یقین کو دوبالا اور شکوک و شبہات کا ازالہ کرنے کیلئے ادارہ صراط مستقیم
کے زیر اہتمام چودھویں فہم دین کورس کا بائیسواں سبق

میرے لیے اللہ کافی ہے



حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز
6 مرکز الاویس دا تا دربار مارکیٹ شیخ ہندی سٹریٹ لاہور
0333-8173630-042-7115771

میرے لئے اللہ کافی ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ یَسِّرْلِیْٓ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ. (پارہ۱۶،سورہ طٰہٰ،آیت نمبر۲۵تا۲۸)

اَحْمَدُکَ اللّٰهُمَّ یا مُجِیْبَ کُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

عَلٰی مَنْ هُوَ اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ ذَوِی الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (پارہ۱۱،سورہ توبہ،آیت۱۲۹)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○ (پارہ۲۲،سورہ الاحزاب،آیت۵۶)

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ
یَـا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَـالِی مَنْ اَلُوْذُبِہٖ
سِوَاکَ عِنْدَ حَلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمٖ
مَـوْلَایَ صَـلِّ وَ سَـلِّمْ دَائِمًـا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
سالارِ کارواں ہے امیر حجاز اپنا
اِس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

میں کہتا ہوں

اِسلام کی صداقت خُطبوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا زورِ بیاں ہمارا
محبوب دو جہاں سے رشتہ ہے اصل ایماں
اِس نام سے ہے روشن اب تک جہاں ہمارا
اِس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا
اِس نعرہ رِسالت سے کب تک انہیں ہے جلنا
یہ تو حشر میں بھی ہو گا قومی نشاں ہمارا

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جلالہٗ وَعَمَّ نوالہٗ وَاتَمَّ بُرہانہٗ وَاعظم شانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، زینت بزم کائنات، دستگیر جہاں، غمگسارِ زماں، سیّد سرواں، حامی بیکساں، قائدالمرسلین، خاتم النبیین، احمدِ مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ و

بارک وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درُود وسلام عرض کرنے کے بعد:

زینت مسندِ صدارت، پیرِ طریقت، مناظرِ اسلام حضرت پیر سیّد مُراتب علی شاہ صاحب حفظہٗ اللہ تعالیٰ۔

وارثانِ منبر و محراب، اَربابِ فکر و دانش، اَصحابِ مُحبّت و موَدت، حاملینِ عقیدۂ اہلسنت، نہایت ہی معزّز و مُحتشم حضرات وخواتین! ربّ ذُوالجلال کے فضل اور توفیق سے گوجرانوالہ کی سرزمین پر بھٹی میرج ہال میں ادارہ صراطِ مُستقیم پاکستان کے زیرِاہتمام چودھویں سالانہ فہم دِین کورس میں آج ماہِ رمضان المبارک کے جہنّم سے آزادی والے عشرے میں ہمیں اِس عظیم الشّان اِجتماع میں شرکت کی سَعادَت حاصل ہورہی ہے۔آج ہماری گُفتگو کا موضوع ہے:

''میرے لئے اللہ کافی ہے''

میری دُعا ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہٗ، ہم سب کو قُرآن وُسنّت کا فہم عطا فرمائے اور قُرآن وُسنّت کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

معزّز سامعین وناظرین!

ربّ ذُوالجلال ان پُر کیف لمحات میں جتنے حضرات وخواتین نے یہاں شرکت کی انہیں اور جتنے حضرات وخواتین بذریعہ انٹرنیٹ اس پروگرام میں شریک ہیں، سب کو فردوس کے بالاخانوں میں بلند مقام عطا فرمائے۔آمین

آج ہمارا یہ درس نہایت ہی اہم موضوع پر ہورہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمہ جہت اور ہمہ اقسام سامعین اس گفتگو کو سماعت کریں گے۔ سامع کسی بھی سوچ اور فکر کا حامل ہو، میری اس سے اپیل ہے کہ غیر جانبدار ہو کر اس گفتگو کو سُنے۔ اِنشاءَ اللہ تعَالیٰ اُمید ہے اس کو فائدہ ہوگا، رمضان المبارک کی رحمتیں دل کو نرم کررہی ہیں، ربِّ ذُوالجلال

کے فضل و کرم کی برسات برس رہی ہے اور ویسے بھی جہنم سے آزادی کا عشرہ ہے۔

انشاءاللہ اُمید ہے اختتام تک بہار آ جائے گی۔

آیات کا پس منظر

محتشم سامعین حضرات!

ربِّ ذُوالجلال اِس کائنات کا خالق و مالک ہے' وہ وحدہٗ لاشریک ہے' وہ واجب الوجود ہے' وہ مستحق عبادت ہے' وہ اس کائنات کا مُدّبر ہے اور وہی اس میں مُتصرف بالذات ہے۔ اگر اس کا حکم نہ ہو تو کوئی ذات پتّہ بھی نہیں ہلا سکتی' ربِّ ذُوالجلال نے اپنے بندوں کو اپنی بعض صفات کا مجازی مظہر بنایا ہے۔ خالق کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کی دی ہوئی توفیق سے اور اللہ کی دی ہوئی قُدرت سے وہ جس وقت مجازی صفات کا مظہر ہوتے ہیں تو اُن کی طرف توجہّ حقیقت میں اللہ ہی کی طرف توجہّ ہوتی ہے اور اُن کے کسی کام کے کرگزرنے کے بارے میں جو عقیدہ ہے وہ حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کی قُدرتوں اور اللہ تعالیٰ کی پاور کے بارے میں عقیدہ ہوتا ہے۔ چونکہ اس سلسلہ میں قُرآنِ مجید بُرہان رشید کو پیش کر کے مفہوم پر واردات کی جاتی ہے اور اپنے غلط نظریات کو قُرآن مجید کے پردے میں لپیٹنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس واسطے ہم صرف اظہار حق کیلئے' کسی کو جلانے کیلئے نہیں بلکہ کسی کو سمجھانے کیلئے اور حق کی روشنی پھیلانے کیلئے اور حق کا پرچم لہرانے کیلئے' وہ ساری آیات اس وقت اِنشاءاللہ تلاوت کریں گے اور پھر اُن کا پس منظر اور قُرآن ہی سے اُن کا مفہوم جو خود قُرآن اس کو واضح کرتا ہے' اُسے بیان کرتے ہوئے ایسے حضرات جن کو کوئی فکری اُلجھن ہے یا جو کسی طرح بھی کسی گُمراہ گلی میں داخل ہو چکے ہیں اُن کو دعوتِ انصاف دیں گے۔ آج ہی نہیں جب تک انشاء اللہ یہ پیغام C.D' کیسٹ اور کتاب کی شکل میں چلتا رہے گا' اللہ کے فضل سے

ہدایت کا سامان میسّر کرتا رہے گا۔

آیت نمبر ا: مُحتشم سامعین حضرات! سورۂ آل عمران میں آیت نمبر ۱۷۳ ہے؛ خالقِ کائنات جَلَّ جلالُہ نے اِرشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّ قَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ○

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۷۳)

یہ اُس وقت کا معاملہ ہے جب اُحد کے دِن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے ابھی کلمہ نے نہیں پڑھا تھا' وہ واپس جانے لگے تو انہوں نے کہا اے مُحمد! تمہارا ہمارا مقابلہ اب اگلے موسم بدر میں ہوگا' بدر میں منڈی لگتی تھی۔ حضرت ابُوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس دن کا چیلنج کیا کہ اُس دن اب ہم لڑیں گے۔ جب وہ دن قریب آیا تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مکّہ شریف سے اپنی فوج لے کر نکلے۔ ربّ ذوالجلال نے اُن کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈالا تو آگے آنا اُن کیلئے مشکل ہو گیا' اب وہ اپنی اُس شکست کو چھپانا چاہتے تھے کہ چیلنج تو ہم نے کیا تھا اور ہم ہی نہیں جا رہے۔

مسلمان وہاں آجائیں گے تو پھر کیا ہوگا؟ اِدھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تیاری مکمل کر لی' صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ساتھ لیا اور بدر کا سفر شروع کیا' اس کو بدرِ صغریٰ کہا جاتا ہے۔ بدر کبریٰ تو اُحد سے پہلے کی جنگ ہے یہ اُس کے بعد ہے' اب اس وقت حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس شکست کو چھپانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ نعیم بن مسعود اشجعی جو اُس وقت مومن نہیں تھے' بعد میں انہوں نے کلمہ پڑھا' جاہلیت میں اُن کے ہاں عمرے کا تصوُّر تھا' وہ اُس کو ادا کرنے کیلئے مکّہ شریف لے گئے ہوئے تھے اور اسی بدر والے راستے سے واپس آنا چاہتے تھے' حضرت ابوسفیان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے انہیں کچھ لالچ دیا' کچھ اُونٹ دیئے کہ تُم جا کے مُسلمانوں کو ڈراوٗ کہ قریش مکّہ کی تیاری بہت زیادہ ہے اور اگر تُم ان سے لڑو گے تو بچ کے نہیں آوٗ گے۔ تم جا کے ڈراوٗ تا کہ وہ آنے نہ پائیں۔ اگر وہ بدر میں آ گئے اور ہم نہ گئے تو اس میں ہماری سبکی ہو گی۔ لہٰذا نعیم بن مسعود اشجعی وہ مدینہ آئے اور انہوں نے آ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ڈرانا چاہا۔ اس کا ذکر اس آیت میں موجود ہے:

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاس . وہ لوگ جن کو لوگوں نے کہا

اب ایک بندے کو ناس سے تعبیر کیا گیا

کون؟ نُعَیم بن مَسعُود اَشجعی

اَلَّذِیْنَ سے مراد ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

وہ صحابہ جن کو نُعَیم بن مَسعُود اَشجعی نے کہا

اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُم

کہ تمہارے لئے بہت زیادہ قریش اکٹھے ہو گئے ہیں۔

مکّہ شریف کے تمام سردار' تمہارے مقابلہ کیلئے پوری طرح اکٹھے ہو چکے ہیں

فَاخْشَوْھُمْ تُم ان سے ڈر جاوٗ

اور بدر کے راستے پہ نہ چلو

اللہ تعَالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرے محبوب عَلَیہِ السَّلام کے صحابہ کو نعیم بن مسعود نے ڈرایا:

فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا

اِس دھمکی سے ان کا اِیمان پہلے سے بھی بڑھ گیا۔

اور انہوں نے اُس کو کیا کہا:

وَقَالُوْا ۔انہوں نے کہا:

صحابہ کرام نے نعیم بن مسعود اشجعی کو کہا کہ تم کہتے ہو ان کی اتنی تیاری ہے، اِتنے گھوڑے ہیں، اتنے اُونٹ ہیں، اتنی تلواریں ہیں، اتنے فوجی ہیں لڑنے والے۔

محبوب عَلَیہِ السّلام کے صحابہ نے کیا کہا:

حَسْبُنَا اللّٰہ۔ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔اور بہترین کارساز ہے۔

یہ ایک مقام ہے جہاں پر اس آیۂ کریمہ کو رب ذوالجلال نے نازل کیا:

آیت نمبر۲: دُوسرے مقام پر پارہ ۲۴ سورہ زُمَر کے اندر آیت نمبر ۳۸ ہے:

خالقِ کائنات فرماتا ہے:

قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ

میرے نبی صلی اللہ علیک وسلم! آپ یہ فرما دو کہ خبر دو مجھے اے بُتوں کے پجاریو، جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔

اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ھَلْ ھُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖ

اگر ربّ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ بُت اُس نقصان کو روک سکتے ہیں؟

اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَۃٍ ھَلْ ھُنَّ مُمْسِکٰتُ رَحْمَتِہٖ

یا ربّ مجھے رحمت دینا چاہے تو کیا یہ اُس رحمت کو روک سکتے ہیں۔

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ فرماتا ہے اے محبوب! اُن سے سوال کر کے پوچھو اور ان کو کہہ دو:

قُلْ ۔یہ کہو

حَسْبِیَ اللّٰہ ۔میرے لئے اللہ کافی ہے۔

علیه یتو کل المتو کلون اور اللہ پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۳: پارہ ۱۱، سورہ توبہ آیت نمبر ۱۲۹ ہے:

خالقِ کائنات فرماتا ہے:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰه

اگر وہ قریش پھر جائیں، کلمہ نہ پڑھیں تو فرمادو، میرے لئے اللہ کافی ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ   اُس کے سوا کوئی معبود نہیں

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ   اُس اللہ پر میں نے توکّل کیا

وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْم اور وہ ربّ عرشِ عظیم ہے

آیت نمبر ۴: پارہ ۲۸، سورۂ طلاق کے اندر آیت نمبر ۳ ہے:

خالقِ کائنات فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

اور جو ربِّ ذُوالجلال پر توکّل کرتا ہے۔ خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ اُس کیلئے کافی ہے۔

آیت نمبر ۵: ایسے ہی ربِّ ذُوالجلال کا فرمان سورۂ زُمَر کے اندر یہ بھی ہے:

☆ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ (پارہ ۲۴، سورہ الزمر، آیت ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے؟

اِستفہام اِنکاری ہے

یعنی اللہ اپنے بندے کیلئے کافی ہے۔

☆ یہ آیات جن کو عمومی طور پر پیش کیا جاتا ہے اور ان سے یہ تأثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجّہ ہونا' ان آیات کی خلاف

ورزی ہے۔ حرف یا کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نِدا کرنا اور مدد چاہنا اور پھر اَولیاءؒ ملائکہ یا شُہداء کو ربِّ ذُوالجلال کی عطا اور اِذن سے بھی مُشکل کُشا یا حاجت روا ماننا ان آیات کی خلاف ورزی ہے۔ یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

میں آج کے اس فورم پر ان تمام آیات کو پڑھ کر ان کی وضاحت اور تشریح جو خود آیات قُرآن سے کو پیش کر کے اس بات کو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ آیات جو مفہوم لئے ہوئے ہیں اس کی روشنی میں اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مُطہرہ کی طرف متوجّہ ہوتا ہے اور اللہ کی دی ہوئی توفیق اور قُدرتوں سے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی عون اور مدد کا مظہر مانتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے اَولیاء کرام کو ربِّ ذُوالجلال کی قُدرتوں کا مظہر جانتے ہوئے ان کی طرف متوجّہ ہوتا ہے تو وہ ہرگز ان آیات کی خلاف ورزی نہیں کر رہا بلکہ ربّ ذُوالجلال کے کافی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کی قُدرت کامِل ہے لیکن اللہ تبارک وتعَالیٰ اپنی بندوں سے بندوں کی مدد کروا دیتا ہے۔ یہ سوچنا کہ اللہ کے بندے کی مدد کسی دوسری پاور (Power) کی مدد ہے یا غیر اللہ کی مدد ہے غلط سوچ ہے۔

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰه

میرے لئے اللہ کافی ہے

یا حَسْبُنَا اللّٰه ہمارے لئے اللہ کافی ہے

اس کافی ہونے کے اندر ہی وہ تمام قُوّتیں موجود ہیں، جن کو ربِّ ذُوالجلال توفیق عطا فرماتا ہے۔

بندگانِ خُدا بعض صفات خُدا کے مظہر

اس بات کو آغاز میں سمجھنے کیلئے قُرآنِ مجید بُرہانِ رشید کا بڑا حسین مقام ہے۔

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ چودھویں پارہ میں اِرشادفرماتا ہے:

یہ بالکل آغاز میں سُورہ حجر کی آیت نمبر ۹ ہے:

خالقِ کائنات فرماتا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْن

ہم نے ذِکر یعنی قُرآن مجید کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْن۔ ہم اِس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

قُرآنِ مجید کی حفاظت کرنے والا کون ہے؟ (اللہ)

قُرآنِ مجید کا حافظ کون ہے؟ (اللہ)

کیونکہ اللہ فرماتا ہے:

وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْن.

جمع ہے اس لئے حَافِظُون کا لفظ بول دیا

ہم قُرآن کے حافظ ہیں۔

خالقِ کائنات کا یہ فرمان چودھویں پارے کے بالکل آغاز میں آیت نمبر ۹ ہے۔ کسی کو اس کا اِنکار نہیں ہے۔

ربِّ ذُوالجلال فرماتا ہے:

ہم نے قُرآن نازل کیا اور ہم ہی اِس کی حفاظت کرنے والے ہیں' اللہ نے حفاظت کی نِسبت کس طرف کی؟

اپنی طرف

اور کرواتا کس سے ہے؟

بندوں سے اگر چہ بندوں کا محتاج نہیں ہے اور بندوں کے حافظ ہوئے بغیر بھی حفاظت کرسکتا ہے۔

آج تک کسی کو خیال نہ آیا کہ ربّ کہتا ہے میں حافظ ہوں۔

تو پھر بندوں کو حافظ کیوں کہتے ہو؟

خالقِ کائنات فرماتا ہے قرآن ہم نے نازل کیا اور حفاظت ہم نے ہی کرنی ہے۔ قرآن کی حفاظت کا ذمہ ربّ نے خود لیا' اس کا مطلب کیا ہے؟

اللہ حافظ ہے کہ اپنے بندوں کو حافظ بنا کر حفاظت کرواتا ہے۔ یہاں تو کسی کو وہم پیدا نہ ہوا کہ رب بھی حافظ ہو اور بندہ بھی حافظ ہو۔ ربّ کہے میں حافظ ہوں اور تمہارا پندرہ سالہ بچہ کہے میں حافظ ہوں' ربّ کہے میں حافظ ہوں اور تم کہو ہم حافظ ہیں۔

کبھی کسی نے اس حافظ ہونے سے ٹکراؤ سمجھا؟ کوئی ٹکراؤ نہیں۔

ربّ بھی حافظ ہے' بندہ بھی حافظ ہے' ٹکراؤ کیوں نہیں؟

اس واسطے کہ یہ حافظ خود نہیں بنا' اسے ربّ نے بنایا ہے۔ حالانکہ لفظ حافظ کوئی معمولی لفظ نہیں' بہت بڑا منصب ہے' شان ہے' حافظ' حفاظت کرنے والا' تو اللہ نے اپنی صفت یہ بیان کی اور حصر کے ساتھ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں تو جب ربِّ ذوالجلال نے کہا کہ ہم حفاظت کرنے والے ہیں۔ حافظ ہونا وصف ہے' ایک شان ہے' یہ اللہ کی شان ہے اور معمولی شان نہیں بلکہ بہت بڑی شان ہے۔

اگر وہ انداز جوان اسٹیکر چھپوانے والوں کا ہے وہ لیا جائے تو پھر جب یہ ہے کہ:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ. (پارہ ۲۴، سورہ زمر، آیت ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی ہے؟

اللہ فرماتا ہے میں کافی ہوں۔

تو اب جب ربِّ ذوالجلال کافی ہے' تو اس کی کفایت کا یہ مطلب ہے کہ اُس ربّ نے اپنے کچھ بندوں کو یہ طاقت دے دی ہے کہ وہ زندگی میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو ربّ کے نُور سے یُوں مُنوّر ہو جاتے ہیں کہ بعد اَز وصال بھی اُن

میں یہ صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اگر آج ایک چھوٹا سا بچہ جب حافظ کہلاتا ہے تو ربّ ذُوالجلال کے حافظ ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا' ربّ پھر بھی حافظ ہے ایسے ہی یہ اللہ کے اُولیاء' انبیاء علیہم السّلام ان کی طرف جب کوئی متوجہ ہو کہ ان کو اللہ کی عطا کے ضمن میں مُشکل کُشا یا حاجت روا مانتا ہے تو پھر بھی ربِّ ذُوالجلال کے کافی ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔

بات صرف سوچنے کی ہے۔

کیا مطلب؟

ان دو باتوں میں فرق نہیں کر سکے۔

اگر یہ شرک ہے تو حافظ کہلانا بھی شرک ہے

کسی کو حافظ کہنا بھی شرک ہے

کسی کا حافظ بننا بھی شرک ہے

چونکہ رب کہتا ہے میں حفاظت کرنے والا ہوں۔

مطلب کیا ہے؟ اپنے بندوں سے کرواتا ہے۔

ربّ مددگار ہے' ربّ مُشکل کُشا ہے' ربّ حاجت روا ہے' وہ اپنے بندوں کو بھیج بھیج کر بُتوں کے پجاریوں کو گویا یہ پیغام دیتا ہے:

تُمہارے بُت کچھ نہیں کر سکتے' میرے بندے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ یہی مطلب تھا' بدر میں' فرشتوں کو بھیجنے کا۔

اپنے فرشتے بھیج کر ربِّ ذُوالجلال نے مدد کی ہے۔

تو یہ مدد کوئی اللہ کی Opposition تو نہیں!!

اللہ فرماتا ہے:

☆ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ (پارہ ۹، سورہ الانفال، آیت ۱۰)

یہ مدد میری ہی مدد ہے۔

کیونکہ کروائی میں نے ہے، کی میرے بندوں نے ہے۔

وہ حافظ ہے، حفاظت کرنے والا ہے۔

اور اپنے بندوں سے حفاظت کروائے تو اُس کی حفاظت پر کوئی سقم لازم نہیں آتا اور اللہ کی حفاظت کے لحاظ سے کوئی اعتراض نہیں بنتا اور کوئی شرک نہیں بنتا، ایسے ہی خالقِ کائنات جَلّ جَلالُہٗ کائنات چلانے والا ہے۔ اس کائنات کا مُتَصَرِّف ہے، مُدَبِّر ہے، مددگار ہے، مُشکل کُشا ہے، حاجت روا ہے اور وہ جب چاہے اپنے کسی بندے کو ایسی صفت کا مظہر بنادے۔ جیسے حافظ بننے سے شرک نہیں ہوتا، اس کی عطائی قوّت سے مددگار بننے سے بھی کوئی شرک نہیں ہوتا۔

مُحتشم سامعین حضرات! اب اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھنا ہے کہ قُرآنِ مجید کی یہ جتنی آیات ہیں، ربِّ ذُوالجلال ان سے اپنے بندوں کی مدد کی نفی نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ اللہ کے بندوں کی مدد، وہ تو ہے ہی اللہ کی مدد، ربِّ ذُوالجلال بُتوں کی نفی کرنا چاہتا ہے، طاغُوت کی نفی کرنا چاہتا ہے۔

خالقِ کائنات کو یہ مطلوب ہے کہ جو میری پاور (Power) ہے وہ میری ہے خواہ وہ میرے بندوں سے ظاہر ہو جائے، اس واسطے جب بدر میں لڑ لڑ کے مسلمانوں نے کافروں کو مارا اور فتح پائی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ۔ (پارہ ۹، سورہ الانفال، آیت ۱۷)

تُم نے قتل نہیں کیا تُمہارے ربّ نے قتل کیا ہے۔

خالقِ کائنات کا یہ انداز اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ ربِّ ذُوالجلال نے اس مدد والے فلسفے کو کتنا واضح فرمادیا، یہ میرا دعویٰ ہے جو قرآن سے میں ثابت کروں گا کہ

ان ساری آیات کے اندر جو ربِّ ذُوالجلال نے نفی کی۔

اس جُملہ میں کہ اسے محبوب کہہ دو کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔

یا ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

یا کسی نے کہا کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مومن کہے۔

مجھے حضرت محمد مُصطفٰےصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی ضرورت نہیں۔

یا مجھے اولیاء کی کوئی ضرورت نہیں

اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے لات' منات اور عزیٰ کی کوئی ضرورت نہیں

میرے لئے میرا ربّ کافی ہے۔

ہمارے لئے ہمارا اللہ کافی ہے۔

اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مدد کو اپنی ہی مدد قرار دے دیا ہے۔

آیت نمبر ا کی وضاحت:

اب دیکھئے سب سے پہلی آیت جو میں نے سُورہ آل عمران کی پڑھی:

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ۔

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۷۳)

جب بدرِ صُغریٰ کی تیاری ہو رہی تھی' صحابہ کو ڈرایا گیا کہ قریش تو بڑی تیاری کر چکے ہیں تم اُن سے ڈر جاؤ۔

صحابہ نے کہا: نہیں' ہم جائیں گے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے پر' سرکار کی قیادت میں نکلیں گے اور نکلے بھی۔

قریش نہ آسکے۔

صحابہ گئے' تجارت کی اور فائدہ پایا اور واپس آئے۔

اب یہاں جس وقت اُن کو ڈرایا گیا تھا تو جواب میں کہا

حَسْبُنَا اللّٰه ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

تو کیا جس شخص نے یہ کہا' میرے لئے اللہ کافی ہے' اُس نے دوستوں کو گھر بٹھا دیا تھا کہ بدر میں آپ بھی نہ جائیں' آپ بھی نہ جائیں' آپ بھی نہ جائیں

میں جاتا ہوں' چونکہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔

جو کہہ رہے تھے ''میرے لئے اللہ کافی ہے''

جو کہہ رہے تھے:'' اے عمر! تم نے بھی ضرور جانا ہے۔

جو کہہ رہے تھے: ''ہمارے لئے اللہ کافی ہے''۔

وہ کہہ رہے تھے: اے علی! ''تم نے بھی ضرور جانا ہے''۔

خود سیّدِ عَالَم' نُورِ مُجَسَّم' شفیعِ مُعَظَّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے نمبر پر بول رہے تھے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔

لیکن صحابہ نے یہ نہیں کہا کہ اے محبوب! جب اللہ کافی ہے تو ہم پھر گھر آرام کرتے ہیں۔ صحابہ ساتھ نکلے ہیں' صحابہ کو ساتھ نکالا ہے' ساتھ ساتھ گئے ہیں' تو پتہ چلا کہ ''اللہ کافی ہے'' کا تعلّق بُتوں کے ساتھ ہے' بُتوں کے مقابلے کی بات ہو رہی ہے کہ وہ کُفّارِ مکّہ قریش ہیں' اُن کے بُت اُن کے ساتھ ہوں گے اور وہ بُتوں کے پجاری ہیں' وہ جتنی بھی تیاری کرلیں' کوئی بات نہیں' کیوں؟

ہمارے لئے ہمارا اللہ کافی ہے۔

اب ''اللہ کافی ہے''۔ یہ نعرہ بھی لگا رہے ہیں اور جانا بھی سب نے ہے۔

کوئی بھی پیچھے نہ رہے' جانا بھی سب نے ہے۔

اس آیت نے یہ ثابت کیا کہ یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یقین تھا ''اللہ کافی ہے''۔ یعنی بفضلِ خُدا عَزَّوَجَلَّ بندۂ مومن کا زورِ بازو کافی ہے' ورنہ یہ کہہ کر تو ایک آدھ چلا جاتا اور کہتا کہ اللہ کافی ہے۔ کارروائی ہی کرنی ہے' اکیلا میں ہی کافی ہوں۔

حالانکہ اللہ یہ مدد بھی کر سکتا تھا کہ صرف ایک مقابلے میں چلا جاتا اور وہ ہزاروں پہ بھاری ہوتا' مگر خالقِ کائنات نے فرمایا: میں کافی ہوں' تو میں نے جیسے قُرآن کی حفاظت' حافظوں سے کروائی ہے' دین کی مدد بندوں سے کروائی ہے' دین کی مدد فرشتوں سے کروائی ہے۔

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کا یہ فرمان:

جسے کوئی چھاپ کے اللہ والوں کی نفی کرنا چاہتا ہے تو اُسے سوچنا چاہیئے کہ یہ تو شان ہے اللہ والوں کی' یہ تو اظہار ہو رہا ہے اللہ والوں کا کہ جب ان کو ڈرایا گیا تو وہ ڈرے نہیں اور کہتے ہیں ''ہمارے لئے اللہ کافی ہے''۔

حالانکہ اللہ اُن کو نظر نہیں آرہا' اُن کو کس نے سہارا دیا' وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں' جن کے کہنے پر وہ ربّ کو کافی مان رہے ہیں' اُن کی ذات اسی کفایت کا حِصّہ ہے۔

آیت نمبر۲ کی وضاحت:

☆ دوسرے نمبر پر پارہ ۲۴ میں سورہ زمر کی آیت نمبر ۳۸ ہے:

خالق کائنات جل جلالہٗ فرماتا ہے:

قُلْ اَفَرَاَءَیْتُمْ

میں نے کہا تھا یہ بات مُشرکوں کی ہے اور کھینچ کے نبی عَلَیہِ السَّلام کی طرف لاتے ہیں' کھینچ کے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف لاتے ہیں

اور کھینچ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لاتے ہیں
اور کھینچ کے لاتے ہیں پیران پیر حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف
اور کھینچ کے لاتے ہیں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف
اب دیکھو' قرآن میں جہاں آیا ہے' وہاں پہلے ذکر کس کا ہے؟
کیا مکّہ شریف میں یا مدینہ شریف میں کسی پر گئے ہوئے صحابہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کہا ان کو چھوڑ دو۔

حَسْبِیَ اللّٰہ کہو

نہیں' نہیں' ایسی کوئی صورت نہیں تھی' معاملہ تھا بتوں کا۔
ربِّ ذوالجلال کے بندوں نے بتوں کے پجاریوں کے سامنے اعلان کر دیا' تمہارے بت کچھ نہیں کر سکتے' ہمارا ربّ سب کچھ کر سکتا ہے۔

قُلْ ۔ میرے نبی کہہ دو

اَفَرَاءَیْتُمْ ۔ اے کفّار تم مجھے خبر دو

مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ ۔ اُن کی جن کی تم اللہ کے سِوا پُوجا کرتے ہو۔

اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ

اگر ربّ نقصان پہنچائے تو کیا یہ مشکل کشا بن سکتے ہیں کہ اُس مُشکل کو ٹال دیں

اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ

ربّ رحمت دینا چاہے اور یہ آنے سے روک دیں' کیا یہ روک سکتے ہیں؟

فرمایا: نہیں

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہ

میرے محبوب کہہ دو' میرے لئے اللہ کافی ہے۔

اب دیکھنا' اس میں Clear ذِکر ہے۔ کس کا؟

مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰه

جِن کو تُم اللہ کے سِوا پُوجتے ہو

یہ پُوجنے والے حضرت صدیق اکبر تو نہیں ہیں نا

یہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ تو نہیں ہیں۔

یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔

یہ صحابہ نہیں ہیں' یہ کون ہیں؟

یہ مومن نہیں' یہ خطاب ہے مُشرکوں سے

بات ہے مُشرکوں سے' کسی مومن کی بات نہیں

جو کلمہ پڑھ چکے تھے۔ کسی صحابی کی بات نہیں

یہ بات ہے مُشرکین کی۔

ربِّ ذُوالجلال فرماتا ہے:

میرے محبوب! اِن مُشرکوں سے کہہ دو کہ تُمہارے بُت نفع بھی نہیں دے سکتے' نُقصان بھی نہیں دے سکتے۔

محبوب اِن سے کہہ دو'

حَسْبِیَ اللّٰه . مجھے میرا ربّ کافی ہے

نہ نفع لینے کیلئے تُمہارے کسی بُت کی ضرورت ہے۔

نہ نُقصان سے بچنے کیلئے تُمہارے کسی بُت کی ضرورت ہے

بات بُت کی ہے' تو بُت ہی کی رہنے دو

یہ کہہ دیا کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔

یعنی مجھے ہُبل کی ضرورت نہیں، مجھے لات کی ضرورت نہیں، مجھے منات کی ضرورت نہیں، مجھے عزیٰ کی ضرورت نہیں، مجھے نائلہ کی ضرورت نہیں

لیکن یہ کہا:

ابُو بکر! بدر جا رہا ہوں تیری ضرورت ہے۔

ورنہ میٹنگ نہ کرتے، میٹنگ کی سب کو بلایا، جنگ ہے، کیا کرنا ہے؟

کیا اس وقت صحابہ کو یہ آیات نہیں آتی تھیں؟ سب کو آتی تھیں اور سوچ صحیح تھی، فکر صحیح تھی، فہم صحیح تھا، دل میں اللہ والوں سے بغض نہیں تھا، ورنہ کہہ سکتے تھے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! یہ پڑھایا آپ نے ہے اور پڑھا ہم نے ہے، کہ اللہ کافی ہے، اب اللہ کافی ہے تو اس مشکل کے وقت بھی اللہ کافی ہے، ہمارے جانے کی ضرورت کیا ہے؟

یہ ہمارا یقین ہے کہ ایک بھی میدانِ بدر کے اندر میرے محبوب عَلَیہِ السَّلام کے ساتھ نہ جاتا، تب بھی ہمارے محبوب عَلَیہِ السَّلام اللہ کے فضل سے، تنہا کافی ہو جاتے،

لیکن خالقِ کائنات کے واضح بھی تو کرنا تھا کہ اپنے اپنے ہوتے ہیں اور پرائے پرائے ہوتے ہیں جو کوئی بھی ماقبل کو دیکھ کر اس آیت کو پڑھے گا وہ کیسے یہ آیت داتا صاحب کے بارے میں پڑھ سکتا ہے؟ وہ کیسے اس آیت کو خواجہ صاحب کے بارے میں پڑھ سکتا ہے؟ یا یہ دکھائیں کہ کس آستانے پر صحابہ گئے تھے تو اللہ نے یہ آیت نازل کی تھی؟

بات تو صحابہ کی ہے ہی نہیں، بات تو مُشرکین اور اُن کے بُتوں کی ہے، جن کے وہ پجاری ہیں، محبوب عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے فرما دیا کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے، میرا اللہ کافی ہے اور اللہ کے کافی ہونے کا ہی حِصّہ ہے کہ حضرت ابو بکر و عمر، حضرت عُثمان و علی رضی اللہ عنہم کو بھی ساتھ لے جانا ہے اور یہ مختلف غزوات کے لحاظ سے سب صحابہ کرام کے نام

لے رہا ہوں کہ کس طرح وہ ساتھ جاتے رہے۔

تو مطلب یہ ہے یہ جو دوسری آیت میں نے پڑھی:

عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْن (پارہ ۲۴، سورہ زمر، آیت ۳۸)

ربِّ ذُوالجلال پر توکّل کرنے والے توکّل کرتے ہیں۔

یہ ربِّ ذُوالجلال پر توکّل ہے کہ اللہ کے دِین کی خاطر بدر میں تین سو تیرہ کو یا بعض مقامات پر ہزاروں کو ساتھ لیا۔

تیسری آیت کی وضاحت:

اللہ تعَالیٰ سُورہ توبہ میں فرماتا ہے:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰه (پارہ ۱۱، سورہ التوبہ، آیت ۱۲۹)

اگر وہ پھر جائیں

یعنی کافروں کو دعوت دی' خُدا ایک ہے' میں اس کا رسُول ہوں' مان جاؤ لیکن اگر وہ نہ مانیں تو ربِّ ذُوالجلال فرماتا ہے:

اگر وہ پھر جائیں تو تم کیا کہو؟

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰه

اگر وہ پھر جائیں تو تم کہو "میرے لئے اللہ کافی ہے"

حالانکہ کوئی پھرے یا نہ پھرے اللہ تو ہمیشہ ہی کافی ہے۔

لیکن یہاں پر شرط اور جزا کے طور پر استعمال کیا کہ اگر وہ پھر جائیں تو تم کہو "میرے لئے اللہ کافی ہے"

مطلب کیا تھا؟

اے محبوب! جو کلمہ نہیں پڑھتا اور سمجھتا ہے کہ اگر میں نہیں جاؤں گا تو یہ کامیاب

نہیں ہوں گے۔

میں ان کا غلام نہیں بنوں گا تو ان کی دھاک نہیں بیٹھے گی۔

ان کے ساتھ میں نہیں چلوں گا تو یہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

فرمایا:

''محبوب ان کُفَّار اور منافقین سے کہہ دو۔ ابُوجہل' عُتبہ' شیبہ اور ان جیسے دوسرے کُفَّار اور منافقین سے کہہ دو کہ میرے لئے اللہ کافی ہے

فَاِنْ تَوَلَّوْا۔ اگر وہ پھر جائیں

مُشرکین' منافقین ہٹ جائیں تو محبوب گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی کوئی ضرورت نہیں' تمہارے لئے تمہارا رب کافی ہے۔ اب رب کے کافی ہونے کا مطلب کیا بنا؟

مطلب تھا جہاں اُن میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں جھنڈا لے کے نکلا تو پھر یہ کامیاب ہوں گے۔

مقصد تھا وہ گھر بیٹھے' تمہارا عمر رضی اللہ عنہ جو جھنڈا لے کے چلنے والا ہے

جو یہ سمجھتا ہے کہ میں ساتھ ہوا' پھر تمہارا رُعب بیٹھے گا

خواہ وہ گھر رہے' تمہارا علی رضی اللہ عنہ جو رُعب کیلئے ساتھ موجود ہے۔

تو فرمایا:

حَسْبِیَ اللّٰہ۔ میرے لئے میرا اللہ کافی ہے۔

کلام کا رُخ مُشرکین' منافقین کی طرف تھا' نفی ان منافقوں' مُشرکوں کی تھی

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اے ابوبکر تیری ضرورت نہیں

یہ کہا: منافقو! تمہاری ضرورت نہیں' یہ نہ کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ تیری ضرورت نہیں

یہ کہا: اے مشرکو! تمہاری ضرورت نہیں' یہ نہ کہا کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ تیری ضرورت نہیں۔

محبوب عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہ۔ کہہ کر اس بات کا اعلان کر رہے تھے۔

اور فَاِنْ تَوَلَّوْا کا مضمون آپس میں جو Related ہے یہ بیان کر رہا ہے۔

اللہ کے دُشمنوں کو نکالنا مقصود ہے اور اللہ کے دوستوں کا اعلان کرنا مقصود ہے ہر آیت کا اُسلُوب دیکھ لیں' یہ ظُلم کا کتنا بڑا سِلسلہ ہے اور کتنی بڑی خیانت ہے کہ جن لوگوں کو شریعتِ مُطہرہ نے Status دیا اور ربِّ ذُوالجلال نے اُن کو اپنی مدد کا حِصّہ بنایا' اُن کو نکالنا اور اُنہیں بُت کہنا اور بُتوں کی طرف منسوب کرنا' یہ قرآنی مضمون کے ساتھ کتنی بڑی خیانت ہوگی!!

دیکھئے' ربِّ ذُوالجلال خود اس بات کا اعلان کر رہا ہے اور اتنے اچھے انداز میں خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے واضح کر دیا۔

☆ سُورہ توبہ کے اندر ہی ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

(پارہ ۱۰، سورہ التوبہ، آیت ۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے اُس پر جو اللہ اور اس کے رسول نے اُن کو عطا کیا

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ. (پارہ ۱۰، سورہ التوبہ، آیت ۵۹)

اور کہتے کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

سَیُؤْتِینَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ۔ (التوبۃ: ۵۹)

ہمیں اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے عطا کریں گے

اِنَّآ اِلَی اللّٰہِ رٰغِبُوْنَ o (التوبہ ۵۹)

ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

چوتھی آیت کی وضاحت:

اس آیت کی میں آگے تفصیل بیان کرتا ہوں

اس کے بعد ایک یہ آیت ہے:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ (پارہ ۲۴، سورہ زمر، آیت ۳۶)

یہاں پر بھی اُن لوگوں کا ذِکر ہے جو بتوں کی طرف متوجّہ تھے۔

خالِق کائنات فرماتا ہے: کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے۔

یعنی اگر ربّ کافی نہ ہو تو بُت کے پاس چلے جاؤ

اگر ربّ کافی ہے تو ربّ کو چھوڑ کے کسی بت کی طرف جانے کی ضرورت کیا ہے؟

ربِّ ذُوالجلال جس طرح حفاظت خود کرتا ہے اور کروا کسی سے دیتا ہے۔

ایسے ہی مدد خود کرتا ہے، یہ ربّ کی قُدرت ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی مدد کا مظہر بنا دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوالی غیر کا سوالی نہیں ہے

مُحتشم سامعین حضرات!

اب یہ اجمال تھا، سمجھ تو آپ کو انشاء اللہ آ گئی ہوگی کہ یہ آیات جتنی بھی ہیں ان سب میں جو نفی ہے وہ اپنوں کی نہیں۔

حقیقتاً تو کوئی پتہ بھی نہیں ہلا سکتا۔

ربّ کے اِذن کے بغیر کوئی بڑی سے بڑی ذات ہو ربّ نہ چاہے تو پتہ بھی نہیں ہلا سکتی۔

ربّ چاہے تو زمانہ ہلا سکتی ہے
نفی اپنوں کی نہیں، نفی غیروں کی ہے
اور اپنوں کا اثبات ہے

☆ اس پر میں، انہی آیات کا ان میں بعض کا ماقبل پڑھ کر اس کو قرآن سے ثابت کروں گا تا کہ کسی کو یہ بہانہ نہ ملے کہ حدیث تو پڑھی ہے مگر سند اس کی کمزور ہے۔ ان لوگوں کا سند کمزور کرنے کے بارے میں حافظہ اتنا تیز ہے کہ یہ سوچتے ہی نہیں کہ سند میں اُمَّت کے ستونوں کا نام ہے۔

بس کہہ دیتے ہیں، ہوگی ضرور کمزور چونکہ تمہارے عقیدے کی ہے۔

سند کمزور کہنے والوں کیلئے میں قُرآن پڑھ رہا ہوں تا کہ پتہ چلے کہ سند نہیں کمزور، نہ ماننے والوں کا ایمان کمزور ہے۔

قُرآن پڑھ رہا ہوں کہ پتہ چل جائے کس انداز میں ربّ نے اپنے بندوں کو شان عطا فرمائی ہے۔

مُحتشم سامعین حضرات! یہ جو سُورہ توبہ کا مضمون ہے، بڑا عظیم مضمون ہے۔

ربِ ذُوالجلال نے فرمایا ہے سورۂ توبہ آیت نمبر ۵۹، یہ قُرآنِ مجید میرے ہاتھ میں ہے اور سامنے دکھانا اس کو ضروری سمجھتا ہوں۔

قُرآنِ مجید بُرہانِ رشید کا یہ دسواں پارہ ہے، تیرھواں رکوع ہے، تیرھویں رکوع کی آخری آیت ہے، آیت نمبر ۵۹ ہے۔

خالقِ کائنات کا اس مقام پر بھی فرمان ہے:

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ

کہا اُنہوں نے ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

کس موقع پر کہا؟

کیا مِلا اُن کو؟

کِس نے دیا اُن کو؟

کیا ہوا اُن کو؟

کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

اِس کا پس منظر یہ ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ۔ (پارہ ۱۰، سورہ توبہ، آیت ۵۸)

اللہ فرماتا ہے کچھ لوگ صدقوں کے لحاظ سے تُم پر طعن کرتے ہیں۔

کس طرح طعن کا ذکر ہے، کیا کہتے ہیں؟

فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا۔ (توبہ:۵۸)

اگر اُن کو کچھ دیا جائے تو راضی ہوتے ہیں۔

وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ۔ (توبہ:۵۸)

اگر نہ دیا جائے تو جبھی ناراض ہو جاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اُن کا مذہب پیسہ ہے۔

منافقین کی بات ہو رہی ہے

اگر کچھ دے دیا جائے تو راضی ہیں

اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہیں

اللہ تعَالیٰ فرماتا ہے:

اگر یہ اپنا عقیدہ صحیح کر لیتے تو کتنی اچھی بات ہوتی، آگے اللہ تعَالیٰ صحیح عقیدہ بیان کرتا ہے کہ انہیں یُوں کرنا چاہیئے تھا، یہ جو صدقے کے بارے میں نبی عَلَیہِ السَّلام پر

طعن کرر ہے ہیں۔

ان کو یہ رویہ اختیار کرنا چاہیئے تھا جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے:

وہ کیا رویہ ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا۔ اگر وہ راضی ہوجاتے' خوش ہوتے' اُس پر

مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔ جو دیا ہے اُن کو' کس نے؟ اللہ نے اور اس کے رسول نے۔

یہ قرآن ہے' نہ کسی مُفسّر کا تفسیری نوٹ ہے' نہ کسی محشّی کا حاشیہ ہے' نہ کسی مُفکّر کی فِکر ہے' نہ کسی مُفتی کا فتویٰ ہے۔

ربِّ ذُوالجلال فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

اگر وہ راضی ہوتے اس پہ جو دیا تھا اُن کو' کِس نے؟ اللہ نے دیا تھا۔ کِس نے؟

(اللہ نے) اور دیا تھا اللہ تعَالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

دینے میں کتنے نام لئے؟ (دو)

اللہ نے جو دیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو دیا۔

فرمایا یہ لے کر مجھ سے اور میرے رسول سے کہتے۔ کیا کہتے؟

فرمایا: قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ

کہتے کہ کافی ہے میرے لئے ربّ

دیا کس نے؟

فرمایا کہ دینے والا ہاتھ میرے نبی عَلَیہِ السَّلام کا ہے۔ لینے والے یہ' دینے

والے میرے محبوب (عَلَیہِ السَّلَام) اور نعرہ میرے کافی ہونے کا۔

یہ ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ان نبیوں کی مدد' ان ولیوں کی مدد' اگر غیر کی مدد ہوتی تو سرکار کے دینے پر یہ نہ آتا کہ اللہ کافی ہے۔

سرکار دیں تو نعرہ یہ لگے کہ اللہ کافی ہے اور نعرہ قرآن لگوائے تو پتہ چلا

بخدا خُدا کا یہی ہے دَر' نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو وہاں نہیں تو وہاں نہیں

جو یہ محبوب دینے والے ہیں وہ اللہ ہی کا دینا بنتا ہے۔

اللّٰـہُ وَرَسُوْلُہٗ ۔لوگ بڑی کوشش کر کر کے تھک گئے کہ درمیان میں فرق کریں' جدائی ڈالیں لیکن کون کر سکے؟ ربّ نے خود اعلان کیا:

فرمایا: جو دیا۔ کس نے؟ اللہ نے اور جو دیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے۔ دونوں سے لے کر کیا کہیں؟

حَسْبُنَا اللّٰہ۔ تو پتہ چلا کہ نبی عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے دَر سے لینے والے کا نعرہ ہے حَسْبُنَا اللّٰہ۔

سرکار سے لینے والے کا' سرکار کے منگتے کا' سرکار سے پانے والے کا' سرکار سے جھولی بھروانے والے کا' نعرہ ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰہ ۔خدا کی قسم ہے اس قرآنی فکر کو گلی گلی' محلے محلے میں عام کر دو۔

وہ یہ آیت پڑھنا چھوڑ جائیں گے۔

پتہ چل جائے گا کہ اصل مطلب کیا ہے' مفہوم کیا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

دیا میں نے' میرے رسول نے

فرمایا: میرا ہاتھ اُن کو نظر نہیں آتا' میرے محبوب کا نظر آتا ہے' جس کو یَدُ اللّٰہ کہا' اُس ہاتھ سے لے کر یہ کہے کہ اللہ کافی ہے۔

تو پتہ چلا' مطلب یہ ہے کہ ابنِ سلول اور مُشرکین کی ضرورت نہیں' یہ مطلب نہیں کہ جہاں سے لیا' اُس ہاتھ کی بھی ضرورت نہیں' جس سے لے کر کھاتے ہیں اس کی ضرورت نہیں' اللہ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ میرے محبوب کا نام اب

حَسْبُنَا اللّٰہ۔ میں لینے کی ضرورت نہ رہی۔

اس واسطے کہ اُن کے ہاتھ کو ہم نے اپنا ہاتھ بنالیا ہے۔

یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ (پارہ ۲۶، سورہ الفتح، آیت ۱۰)

اللہ کا ہاتھ تھا' بیعت رضوان والوں کے ہاتھ کے اُوپر

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کے قرآن نے جو واضح کیا

حَسْبُنَا اللّٰہ نے جو واضح کیا،

جو ماقبل نے واضح کیا وہ یہ ہے کہ

حَسْبُنَا اللّٰہ۔ میں سرکار کی نفی نہیں' سرکار کے دینے کو ربّ نے اپنا دینا قرار دے دیا ہے۔

اچھا' اللہ فرماتا ہے اُن کو یہ کہہ کے پھر اور بھی کہنا ہے

چونکہ ربِّ ذُوالجلال کو پتہ ہے کہ میرے نبی عَلَیہِ السَّلام کے ہاتھ کا لوگ اِنکار کرجائیں گے اور حَسْبُنَا اللّٰہ کو غلط پس منظر میں پڑھیں گے لہٰذا اللہ تعَالیٰ نے فرمایا:

حَسْبُنَا اللّٰہ کے بعد یہ بھی کہنا تھا

اچھا تھا کہ وہ حَسْبُنَا اللّٰہ کہتے اور ساتھ کیا کہتے؟

سَیُؤْتِینَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗ

فرمایا: میں دیتا، میرے نبی عَلَیہِ السَّلام دیتے

اللہ نے دیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا۔

فرمایا: میرے نبی سے لے کر حَسْبُنَا اللّٰہ کہتے اور پھر جب کسی کو وہم پڑنے لگتا کہ شاید نبی عَلَیہِ السَّلام کی ضرورت نہیں تو فرمایا: نہیں حَسْبُنَا اللّٰہ کے بعد یہ بھی کہیں:

سَیُؤْتِینَا اللّٰہ

بہت کچھ لے لیا ہے اور ابھی بہت کچھ اللہ دے گا۔

مِنْ فَضْلِہٖ۔ اپنے فضل سے

کیا صرف اللہ ہی دے گا

فرمایا: نہیں

وَرَسُوْلُہٗ۔ اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی دے گا

نعرہ حَسْبُنَا اللّٰہ کا اور پھر نعرہ رَسُوْلَ اللّٰہ کا

یہ ہے اہلسنّت کا عقیدہ

نعرہ حَسْبُنَا اللّٰہ کا اور نعرہ رَسُوْلَ اللّٰہ کا

یہ دونوں ملتے ہیں تو سُورہ توبہ کی آیت بنتی ہے

پہلے نمبر پر کہا: قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہ

پھر فرمایا:

سَیُؤْتِینَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗ

فرمایا: ابھی بہت کچھ دے گا ربّ اور ربّ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

درمیان میں حَسْبُنَا اللّٰہ پہلے بھی رسول اللہ بعد میں بھی رسول اللہ

اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔

آج وَاللہ محبوب عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی ذات کو

حَسۡبُنَا اللّٰه سے نہیں نکالا جا سکتا

اوّل بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے آخر بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

اس آیت کریمہ کا کتنا خوبصورت مضمون ہے۔

وَلَوۡ اَنَّهُمۡ رَضُوۡا مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ

وَقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ سَيُؤۡتِيۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ

پہلے کیا کہا' اللہ نے بھی دیا' اللہ کے نبی علیہ السلام نے بھی دیا۔

اللہ تعالیٰ بھی دے گا' اللہ کے نبی علیہ السلام بھی دیں گے۔

دونوں ماضی بھی، مستقبل بھی، درمیان میں حَسۡبُنَا اللّٰه

میرے لئے اللہ کافی ہے

یہ ہے وہ عقیدہ کی روح جو رب ذوالجلال نے صرف ہمیں عطا فرمائی ہے

درمیان میں آیت کریمہ کا یہ بھی حسن دیکھو

دینے والی ہیں دو ذاتیں' کون کون؟

اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دو ذاتیں ہیں نا۔

سَيُؤۡتِيۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ

دینے والی ہیں دو ذاتیں لیکن فرمایا: فضل دونوں کا ایک ہے۔

مِنۡ فَضۡلِهِمَا۔ نہیں کہا۔ مِنۡ فَضۡلِهٖ کہا ہے

هُمَا آتا دو کیلئے۔ هِیَ ، هُوَ یہ آتا ہے ایک کیلئے

تو ربِّ ذُوالجلال نے فرمایا: وہ کہتے' ہمیں دے گا اللہ اور اللہ کا رسول اپنے ''ایک'' فضل سے۔ تو ربِّ ذُوالجلال نے دو والی ضمیر استعمال نہ کر کے' ایک والی ضمیر استعمال کر کے فرمایا: وہ فتنے کاٹ دو جن سے فرق کرتے ہو میرے فضل اور میرے نبی کے فضل کے درمیان۔

میرا فضل اُن کا فضل' اُن کا فضل میرا فضل

میرا منگتا اُن کا منگتا' ان کا منگتا میرا منگتا

فرمایا: مِنْ فَضْلِہٖ۔ یہ دو کوئی نہ کہے

مِنْ فَضْلِہٖ حالانکہ چاہیے تھا مِنْ فَضْلِھِمَا

مِنْ فَضْلِہٖ

نام دو ہیں' ذاتیں دو ہیں' فضل ایک ہے

اس واسطے فضل ایک ہے تو حَسْبُنَا اللّٰہ کافی ہے

یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے احباب لکھ دیتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کافی ہیں' جو مضمون چھپا ہوا ہے اُسے ظاہر کر دیتے ہیں لیکن اگر ظاہر نہ بھی کیا جائے' پھر بھی ''ہمارے لئے اللہ کافی ہے''۔

قرآن فرماتا ہے کہ یہ بات نبی علیہ السلام کی اُتنی ہی ہو رہی ہے جتنی اللہ کی ہو رہی ہے' اس واسطے کے فضل دونوں کا ایک ہے۔

مِنْ فَضْلِہٖ' فضل ایک ہے

لہٰذا جب یہ کہیں گے میرے لئے اللہ کافی ہے' اس میں ہی محبوب عَلَیہِ السَّلَام کی کفایت کا ذکر ضرور آجائے گا جو عطاءِ خُداوَندی ہے۔

جہاں جراثیم دُور کرنے کیلئے کہیں سے اگر وضاحت کر دی جائے تو بھی ٹھیک ہے' ورنہ یہ آیت کوئی اپنے خلاف مت سمجھے اور نہ ہی یہ خلاف ہے' یہ تو اُن کے خلاف

ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل کی نفی کرنا چاہی تھی' اللہ نے بار بار اثبات فرما دیا ہے۔

پھر دیکھیں اس آیت کا کیا خوبصورت مضمون ہے' جب بات ختم ہونے لگی تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک کام اور بھی کریں۔

کاش! یہ ایسا کر لیتے' یہ ان لوگوں کے لحاظ سے کاش ہے' اللہ کے لحاظ سے کوئی یہ ایسا کرتے' کیا کہتے۔ یہ کہہ لیتے کہ اللہ کافی ہے۔

مجھ سے' میرے محبوب سے فضل لے کے کہتے اللہ کافی ہے' پھر کہتے! اللہ بھی دے گا اپنے فضل سے اور اس کے فضل سے اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام بھی دیں گے۔

پھر کیا کہتے؟

یہ کہتے:

اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رَاغِبُوْنَ

ہم تو اللہ والے ہیں۔

ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ آیت سرکار کا دروازہ دکھاتی ہے اور کہتی کیا ہے کہ رغبت اللہ کی ہے۔

نبی عَلَیہِ السَّلام کا دو بار نام لیا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ

دو بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیا' کیا یہ اُن سے لینے والا غیر کا منگتا ہے' غیر کا بھکاری ہے' غیر کی طرف جانے والا ہے؟ معاذ اللہ بُت کی طرف جانے والا ہے؟ ربّ فرماتا ہے

اِنَّآ اِلَی اللّٰہِ رَاغِبُوْن

جواُن کے در پہ گیا وہ میرے در پہ آیا۔

اِنَّآ اِلَی اللّٰہِ رَاغِبُوْن

ہم تو اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

راہِ مدینہ سے ہٹانے والے لوگو! ہم غیر اللہ کی نہیں، ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں، اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں، یہ اہلِ حق، اہلسنّت و جماعت اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں، اس واسطے کہ ربِّ ذُوالجلال نے دوبارا اپنے محبوب عَلَیہِ السَّلام کا نام لے کر اُن کو دینے والا قرار دے کر، بندوں کو لینے والا قرار دے کر، فرمایا جو ان سے لے وہ بھی کہے:

ہم غیر کے نہیں، اللہ کے بندے ہیں۔

اس پر گھنٹوں بحث کی جائے پھر بھی تھوڑی ہے۔لیکن یہ ایک روحانی ڈوز (دوا) ہے اور ربِّ ذُوالجلال کے فضل کی اُمید پر اپنے سو فیصد یقین کی روشنی میں کہتا ہوں۔کوئی شخص کتنا ہی گمراہی میں دھنسا ہوا کیوں نہ ہو، غیر جانبدار ہو کر اس آیت کی یہ تقریر سن لے اِنشاء اللہ دِل نُورِ ایمان سے جگمگا اُٹھے گا۔یہ نہیں ہے کہ اس نے سینے کے بٹن کھولے نہ ہوں اور بغض بھرا ہوا ہو اور یہ کہتا ہے کہ یہ باتیں بڑی سخت کرتے ہیں، اس لئے میں سننے کو تیار نہیں، ایک بار سینے کے بٹن کھول کر، غیر جانبدار ہو کر یہ بیان سنے، خدا کی قسم ہے ضرور دل کی دھرتی میں، دل کے آنگن میں چاند اُتر آئے گا۔

''یا اللہ مدد باقی شرک و بدعت''

فکرِ قُرآن سے متصادم نعرہ

مُحتشم سامعین حضرات! اس کے بعد میں نے جو دعویٰ کیا کہ اللہ کے کافی ہونے کا

مطلب ہے کہ وہ خود بھی کافی ہے اور اپنے بعض بندوں کو بندوں کیلئے کافی کر دیتا ہے۔ یہ اگر کوئی دوسری Power ہوتی پھر ان کا کوئی دوسرا نام ہوتا' یہ اللہ والے ہی ہیں' یہ اللہ کی پیدا کردہ Power ہیں۔ کیونکہ اللہ کی قُدرت کے مظہر ہیں۔ لہٰذا یہ تو کافی کے اندر ہیں' حَسْبُنَا اللّٰہ میں ہیں' اللہ نے ان کو یہ شان دی ہے' بُتوں کو نکالنا مقصود ہے' ابُوجہل وغیرہ کو نکالنا مقصود ہے' اپنوں کو نکالنا مقصود نہیں ہے۔ اب بندے کی مدد اس کی حیثیّت کیا ہے۔ اللہ کے ہوتے ہوئے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں جب اللہ ہے تو پھر بندے کی ضرورت کیا ہے؟ اور طعنے دیتے ہیں کہ یہ درباروں والے اور ہم ہیں اللہ والے' میں سینہ کھول کے کہہ رہا ہوں کہ یہ درباروں والے ہی اللہ والے ہیں۔ سُن لو' قرآنِ مجید بُرہان رشید پارہ نمبر ۱۰ سورہ الانفال آیت نمبر ۶۲ میں ربّ ذُوالجلال کا فرمان' خالقِ کائنات فرماتا ہے:

وَاِنْ یُّرِیْدُوْآ اَنْ یَّخْدَعُوْکَ فَاِنَّ حَسْبَکَ اللّٰہُ
هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ o

یہ قرآن ہے اور اسی کا اللہ کے فضل سے ہمیں دھیان ہے' اور یہ ہی ہمارا ایمان ہے اور یہ ہی نیکیوں کا گُلستان ہے۔

یہ قرآن بول رہا ہے
خالقِ کائنات فرماتا ہے:

وَاِنْ یُّرِیْدُوْآ اَنْ یَّخْدَعُوْکَ

مقام ہے جنگ کے اختتام پر' جب کسی دشمن سے صلح کرنے کی بات ہے اور اگر کوئی جھوٹی صُلح کرے اوپر سے صلح اندر سے کھوٹ' اُس کا ذکر آ رہا ہے۔

وَاِنْ یُّرِیْدُوْآ اَنْ یَّخْدَعُوْکَ

محبوب! اگر وہ (دشمن) ارادہ کریں کہ تمہیں دھوکہ دیں اور صلح ظاہر کر کے پھر حملہ کریں، جنگ کریں تو پھر تم کیا کہو؟ اب یہاں بھی پس منظر دیکھ لو بات ہے دشمنوں کی،

وَاِنْ یُّرِیْدُوْۤا اَنْ یَّخْدَعُوْکَ

اگر وہ تمہیں دھوکا دینا چاہیں

تو قرآن نکالنا چاہے گا دھوکے بازوں کو اور سرفرازوں کو نہیں نکالنا چاہے گا۔

قرآن کہتا ہے:

وَاِنْ یُّرِیْدُوْۤا اَنْ یَّخْدَعُوْکَ

اگر وہ اے محبوب تجھے دھوکا دینا چاہیں۔

تو تم کیا کہو؟

فَاِنَّ حَسْبَکَ اللّٰہ

بے شک تمہارے لئے اللہ کافی ہے

بولو بے شک تمہارے لئے اللہ کافی ہے۔

تمہارے لئے اللہ.........کافی ہے

اور تمہارے لئے اللہ...........کافی ہے

اور میرے لئے اللہ..............کافی ہے

فَاِنَّ حَسْبَکَ اللّٰہ

بے شک تیرے لئے اللہ کافی ہے۔

"اللہ کافی ہے" اس کا مطلب کیا ہے؟

قرآن خود بیان کرتا ہے۔ یہ رُوحِ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ہے جو اس بیان پر بولتی ہے

اللہ کافی کیسے ہے؟

قُرآن کہتا ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ وہ اللہ وہ ہے

اَیَّدَکَ محبوب جس نے تُمہاری مدد کی

بِنَصْرِهٖ اپنی مدد کے ساتھ، جس نے تُمہاری تائید کی اپنی مدد کے ساتھ۔ کیا معاملہ ختم؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نہیں۔ اپنی مدد کے ساتھ کیا فرمایا؟

وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ اور صحابہ کی مدد کے ساتھ

اپنی مدد اور مومنین کی مدد سے

وہ لوگ سوچیں جو طعنے دیتے ہیں کہ ربّ کے ہوتے ہوئے بندوں کا نام لینے کی ضرورت کیا ہے؟

میں کہتا ہوں اس آیت سے پوچھو

بِنَصْرِهٖ کے بعد وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ کی ضرورت کیا ہے؟

بِنَصْرِهٖ جو کہہ دیا

اللہ کے بعد ہے ضرورت کس کی؟

کوئی ضرورت نہیں تھی

لیکن پھر بھی کہا کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ ایک وقت آئے گا جب اس کی مسلمانوں کو ضرورت پڑے گی۔

یعنی کہیں تو صرف حَسْبُنَا اللّٰہ کہہ دیا، اس کے اندر ہی سب کچھ آ گیا، لیکن جب نبیوں ولیوں پر اعتراض ہوگا تو میرے بندوں کو پھر قرآن کھول کے پڑھنا پڑے گا اور ولیوں کا چہرہ بھی دکھانا پڑے گا، نبیوں کا پیغام بھی سُنانا پڑے گا۔ میں شرح صدر سے پورے وثوق سے، شرق و غرب، شمال و جنوب تک جہاں کوئی سُننے والا ہے، پورے وثوق

کے ساتھ، ہر فورم پر اس بات کو ثابت کرنے کیلئے تیار ہوں کہ

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدد اللہ کی مدد کا حصّہ ہے۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدد اللہ کی مدد کا حصّہ ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد اللہ کی مدد کا حصّہ ہے

اللہ کے شہیدوں کی مدد اللہ کی مدد کا حصّہ ہے

یہ میں نہیں کہتا، میرے ربّ کا قرآن کہتا ہے

ھُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَکَ

اَیَّدَکَ، تائید کی ربّ نے تمہاری

کن چیزوں سے؟ دو چیزوں سے

اسی آیت میں تو کہا تھا کہ اللہ تیرے لئے کافی ہے

اس آیت میں ابھی ایک لفظ پہلے تو یہ ہے

وَاِنْ یُّرِیْدُوْٓا اَنْ یَّخْدَعُوْکَ

اے محبوب اگر وہ تمہیں دھوکا دیں

تو سارے کوشش کر لیں پھر بھی کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ کیوں؟

فَاِنَّ حَسْبَکَ اللّٰہ

تُمہارے لئے اللہ کافی ہے

ابھی تو کہا ربّ کافی ہے پھر مومنین کو کیوں لے آیا

یہ ہے عقیدہ اہلسنّت، یہ ہے فکرِ رضا، یہ ہے حق کی صدا، یہ ہے حق کا بیان

ربّ ذوالجلال فرماتا ہے:

اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْن

فرمایا ایک ہے میری اپنی مدد ڈائریکٹ اور ایک ہے اِن ڈائریکٹ‘
وہ ہے مومنین کی مدد
اَنبیاء اَولیاء کو طاغُوت ثابت کرنے والو مِنْ دُونِ اللّٰہ ثابت کرنے والو!
قرآن بول رہا ہے۔

محبوب! کافی میں ہوں‘ آگے دو شعبے ہیں۔
ایک میری مدد‘ ایک میرے بندوں کی مدد
اس مقام پر امام رازی رضی اللہ عنہ نے با قاعدہ ایک سوال اُٹھایا۔
(تفسیر کبیر جلد ۸/ ۱۹۸)

کہنے لگے: اللہ کی مدد میں تو کوئی کمی نہیں‘ جب اتنی بڑی مدد آ جائے تو پھر چھوٹی مدد کا ذِکر کیوں؟

جب کہہ دیا جائے کہ اللہ کافی ہے‘ اللہ کی مدد کافی ہے‘ تو پھر اس کے بعد بِالْمُؤْمِنِیْن لانے کا مطلب کیا ہے؟

امام رازی کہنے لگے مطلب یہ ہے کہ اللہ کی مدد کی دو قسمیں ہیں ایک ہے بِلا سبَب مدد‘ ایک ہے بِالسبَب مدد

ایک ہے بلا واسطہ مدد‘ ایک ہے بالواسطہ مدد
ایک ہے ڈائریکٹ مدد‘ ایک ہے اِن ڈائریکٹ مدد
بِنَصْرِہٖ میں بلا واسطہ مدد کا ذکر فرمایا
وَ بِالْمُؤْمِنِیْن میں بالواسطہ مدد کا ذکر فرمایا
یہ مدد ہے اللہ کی‘ لیکن نام اللہ نے دور کھ دیئے‘
اب میں ہوں اس اِنسان سے جو کہتا ہے

"یا اللہ مدد باقی سب شرک و بدعت"

میں کہتا ہوں قیامت تک وہ اس آیت کا جواب نہ دے سکے گا۔

اگر یا اللہ مدد کے بعد یا رسول اللہ مدد کہنا نا جائز ہوتا' یا علی مدد'

یا غوث پاک مدد' یا صدیق مدد

یہ الفاظ اگر جائز نہ ہوتے تو وَبِالْمُؤْمِنِیْن کے الفاظ قرآن میں نہ ہوتے۔

اور وَبِالْمُؤْمِنِیْن کے الفاظ جب قرآن میں موجود ہیں تو کوئی گروہ ساری دیواریں بھی کالی کرے تو ان کا دل تو کالا ہو سکتا ہے' مومن کالے نہیں ہو سکتے۔

وَبِالْمُؤْمِنِیْن

پھر یہ یاد رکھو' کوئی یہ بھی نہ کہے کہ اس وقت تو وہ زندہ تھے اور زندہ کی مدد ہو سکتی ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا اللہ کی توفیق سے مجازاً مدد کرنا بھی شرک ہے تو پھر میرے ربّ کا کوئی بھی شریک نہیں' نہ زندہ میں' نہ فوت شدہ میں یا پھر یہ تقسیم کر کے ہمیں بتاؤ کہ فوت شدہ تو اللہ کا شریک نہیں ہونا چاہیئے لیکن زندہ بن جائے تو کوئی حرج نہیں' پھر ان کی بات مان جائیں گے لیکن میرے ربّ کا نہ کوئی زندہ شریک ہے اور نہ کوئی قبر والا شریک ہے' تو ماننا پڑے گا کہ زندہ کی مدد آجائے تو شرک نہیں ہوتا۔ اسی طرح جو قبر میں چلا جائے اس کی مدد باذن خدا تعالیٰ سے بھی شرک نہیں ہوتا۔

میرے ربّ کے فضل سے بعید کیا ہے وہ بے جان لکڑی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی تھی اگر ربِ ذوالجلال اس میں جان ڈال سکتا ہے تو جہاں پہلے جان تھی اُس ولی سے مدد کیوں نہیں کروا سکتا؟

اللہ کی شان کا انکار کوئی نہ کرے' یہ ربِ ذوالجلال کی عظمتیں ہیں' اللہ تعالیٰ کی عطا ہے' وہ تجلی ڈالتا ہے' ہر طرف نُور ہی نُور ہو جاتا ہے۔

محتشم سامعین حضرات! قُرآن مجید بُرہانِ رشید سے بیان کررہا ہوں کہ ربِّ ذُوالجلال کے اس حکم حَسْبُنَا اللّٰہ میں اپنوں کی نفی نہیں ہے

حَسْبُنَا اللّٰہ میں غیروں کی نفی ہے۔

اور اللہ والوں کی مدد اللہ ہی کی مدد ہے۔

اور اس مدد کا اعلان رب ذوالجلال نے خود قرآن پاک میں کیا

یہ سورہ انفال کی اگلی آیت ہے آیت نمبر ۶۴:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب کلمہ پڑھا تو اللہ تعَالٰی نے آیت نازل کی، یہ میرے ہاتھ میں قرآن ہے۔ اللہ تعَالٰی فرماتا ہے:

یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

(پارہ ۱۰، سورہ الانفال، آیت ۶۴)

اے میرے نبیؐ تمہارے لئے دو چیزیں کافی ہیں۔

حَسْبُکَ اللّٰه

عطف ہے اللہ پر

وَمَنِ اتَّبَعَکَ. دوسرے تمہارے پیروکار

اللہ فرماتا ہے اے میرے محبوب! تمہارے لئے دو چیزیں کافی ہیں۔

کون سی؟

فرمایا ایک تو میں

وَمَنِ اتَّبَعَکَ

دوسرے تمہاری غلامی کا پٹہ گلے میں ڈالنے والے۔

وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْن

فرمایا: جو تمہارے پیروکار ہیں وہ بھی تمہارے لئے کافی ہیں۔

اب جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کو بھی کافی مانے، تو ان لوگوں کی مذعومہ توحید کو خطرہ پڑ جاتا ہے۔ اللہ نے فرمایا: یہ چالیس ایمان لانے والے کافی ہیں، جو چالیس پورے ہوئے یہ کافی ہیں۔ مومنین کا نام لے کر اللہ نے کفایت کا ذکر کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ قُرآن پڑھو تو قرآن کی زبان میں پڑھو۔

جہاں حَسْبُنَا اللّٰہ ہے وہاں حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْن بھی ہے اور مومنین کا بطورِ خاص ان کی Value ظاہر کرنے کیلئے ذِکر کیا۔

جس طرح میں نے پہلی آیت میں ذِکر کیا، اگلی آیت میں ذِکر کرنے کی ضرورت کیا ہے، فرق بیان کرنا مقصود ہے۔

کہ ابوجہل اب بھی مُردہ ہے لیکن جنہوں نے تمہارا کلمہ پڑھا یہ زندہ ہو چکے ہیں وہ جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر آیت نازل ہوگئی تھی۔ اُس پس منظر میں ربّ ذُوالجلال ماننے والوں کو بھی ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ جس پُورے ماحول میں صرف چالیس ماننے والے ہوں، تو اللہ فرماتا ہے یہ چالیس کوئی معمولی نہیں، ہم نے اپنی مدد کا مظہر بنا دیئے ہیں۔ تمہارے لئے اللہ کافی ہے اور تُمہارے ماننے والے کافی ہیں۔

پھر اس میں کسی کو یہ وہم نہ پڑے کہ وہ تمہارے نبی خود مدد کے محتاج ہیں اور وہ بھی بندوں کی مدد کیا کریں گے تو میں کہوں گا ایسا نہ بولنا، کیونکہ قرآن مجید میں یہ بھی ہے

ان تنصروا اللہ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے، مراد اللہ کے دین کی مدد ہے

چونکہ اللہ نے جو اپنی مدد کا ذکر کیا۔

میری مدد، میرے مددگار، مطلب کیا ہے؟ میرے دین کے مددگار۔

تو ایسے ہی یہ سارے مددگار جن کو دین کا مددگار بنایا جا رہا ہے اور واضح کیا جا رہا ہے کہ یہ لوگ اس انداز میں مددگار رہے ہیں کہ کل جب کوئی سوچنا چاہے گا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کتنے بڑے مددگار ہیں تو کہنے والا کہہ دے گا۔

اُن کی تو بعد کی بات ہے' اُن کے غلاموں کی بات دیکھ لو

جن کا غُلام اتنا بڑا مددگار ہو وہ امام کتنے بڑے مددگار ہوں گے

حضرت سُلیمان عَلَیہِ السَّلام نے بلقیس کا تخت منگوانا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں بیٹھنے والا' کتاب کا علم رکھنے والا' جس نے کہا تھا:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ. (پارہ ۱۹، سورہ النمل، آیت ۴۰)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کون اُٹھا کے لائے گا اُس کے تخت کو تو جن نے کہا مجلس ختم سے پہلے اور ولی نے کہا آنکھ جھپکنے سے پہلے'

ولی نے یہ کہا تو پتہ چلا کہ جس سلیمان علیہ السلام کا خادم اتنا پاورفُل (طاقتور) ہو اُس سلیمان علیہ السلام کی اپنی طاقت کا عالم کیا ہوگا؟

اس انداز میں اس بات کو واضح کیا کہ جو آپ کی غلامی میں آگئے ہیں'

وہ پہلے سے تبدیل ہو گئے ہیں' اب اُن کی صلاحیتیں تبدیل ہوگئی ہیں

اب ان کی حیثیتیں تبدیل ہوگئی ہیں' ربِّ ذوالجلال نے اُن کو بلند و بالا مقام عطا فرمادیا ہے۔

مُحتشم سامعین حضرات! اب میں صرف اور صرف قرآن پڑھ کر اور ترجمہ چاہے کسی کا جا کے لے لو' ان آیات کا صحیح مطلب واضح کر رہا ہوں مگر ان سے پوچھو تو سہی کہ اسٹیکر چھاپتے ہیں تو بارڈر پار والوں کیلئے چھاپو' داتا صاحب کے دیوانوں کیلئے نہ چھاپو' کوئی ضرورت نہیں' یہ دین ہمارا ہے' یہ قرآن ہمارا ہے' یہ آیات ہماری ہیں اور یہ عقیدہ ہمارا ہے۔

اس صُورتِ حال کے اندر خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کے اس فرمان کو جس کا میں نے ابھی

ذکر کیا، جس وقت تفسیر والوں نے لکھا تو اس انداز میں قرطبی میں موجود ہے۔

کہ اس کا معنیٰ کیا ہے

حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ کا

تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے

حَسْبُکَ الْمُھَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَار (قرطبی ۴/۴۰۰)

یہ دوسرا قول ہے

کہ سارے صحابہ کے بارے میں مُطلقاً تھا

کہ تُمہارے لئے مہاجر بھی کافی ہیں اور انصار بھی کافی ہیں

پھر ابنِ کثیر بولا

ابنِ کثیر نے کہا:

حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَن شَھِدَ مَعَکَ. (ابن کثیر ۲/ ۳۳۷)

محبوب تُمہارے لئے اللہ بھی کافی ہے اور جو تمہارے ساتھ ہیں یہ بھی کافی ہیں۔

تو یہ انداز ہے قُرآنِ مجید بُرہانِ رشید کا

ربِّ ذُوالجلال نے کافی ہونے والے مسئلے کو اتنا بیان کیا ہے کہ قیامت تک کافی ہو گیا ہے۔

☆ صرف اس آیت

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ (پارہ ۲۴، سورہ زُمر، آیت ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں؟ کو پڑھ دینا اور پھر اپنا غلط مفہوم نکالنا، یہ صحیح نہیں۔ پڑھنا ہے تو قرآن سے پوچھ کے پڑھو، قرآن بتائے گا کہ معنیٰ کیا ہے اور قرآن بتائے گا کہ نفی کس کی ہے۔

اب دیکھیں قرآنِ مجید برہانِ رشید کا دوسرا مقام سورہ آل عمران آیت ۱۲۴۔
یہ میرے ہاتھ میں قرآن مجید ہے جس میں ربِ ذوالجلال نے کہا:
کافی ہونے کا مطلب بیان کر کے وہی شان اور وہی عقیدہ ثابت کیا ہے جو آج
بھی سنی کے سینے میں موجود ہے۔

بدر کا موقع ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

محبوب جب آپ مومنین کو کہتے تھے

اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ٥ (پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۲۴)

کیا تمہیں کافی نہیں۔ تم اپنے غلاموں کو بدر میں کہتے تھے

اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ۔ کیا تمہیں کافی نہیں؟

کیا؟

کہ اللہ تمہاری مدد کیلئے تین ہزار فرشتے بھیج دے

صحابہ تین ہزار فرشتے کافی نہیں؟

تین ہزار اُدھر منکر کہے

ایک بھی اللہ کے سوا کافی نہیں مان سکتے

ادھر قرآن کہے؛ تین ہزار

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَه

کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں؟

کیا جواب ہے؟

کافی ہے

کافی کیسے ہے؟

شروع میں میں نے کہا تھا:

حافظ خود ہے اور طاقت حافظوں کو دیتا ہے

ایسے ہی کافی خود ہے طاقت بندوں کو دیتا ہے

یہ قرآن مجید کا مضمون ہے

کیا اللہ تمہارے لئے کافی نہیں؟

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

کیا اللہ کافی نہیں؟

اللہ کافی ہے

کیسے کافی ہے؟

وہ دُوسرا مقام سوچ لو ربّ ذُوالجلال کا یہ فرمان چوتھا پارہ، سورہ آل عمران، آیت ۱۲۴ میں ہے: خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ اِرشاد فرما رہا ہے:

اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ۔ کیا تُمہارے لئے کافی نہیں

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ آپ کہتے تھے مومنین کو اے محبوب

اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ ۔ کیا تُمہارے لئے کافی نہیں

کیا چیز؟

اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُنْزَلِیْنَ

کہ ربّ ذُوالجلال تُمہاری مدد تین ہزار فرشتوں کو بھیج کر کر دے۔

تو کافی کا مطلب کیا بنا؟

صحابہ تین ہزار کافی ہیں یا پانچ ہزار چاہیئے۔
ربّ تمہاری مدد کو تین ہزار بھیج دے۔
یہ مدد جو فرشتوں کے ضمن میں ہے یہ تمہارے لئے کافی ہے نا
ربّ ذوالجلال کا قرآن واضح کرر ہا ہے کہ

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

میں نفی بتوں کی تھی اپنوں کی نہیں تھی
نفی بتوں کی ہے اپنوں کی نہیں ہے
نفی لات منات کی ہے، نفی اپنوں کی نہیں ہے
خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے اس مقام پر واضح فرمادیا
اور پھر دوسرے مقام پر ساتھ ہی ربّ ذوالجلال نے فرمایا:

بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ○

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۲۵)

ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کرو اور کافر اسی دم تم پر آ پڑیں تو تمہارا ربّ تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔
محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں
صبر کرو گے تو پانچ ہزار بھی آجائیں گے
یہ مطلب ہے
قرآن کا ایک لفظ پڑھ کے سارے قرآن کو چھوڑ دینا یہ قرآنِ مجید سے خیانت ہے اور قرآنِ مجید کے پورے مفہوم پر جو لوگ موجود ہیں وہ اہلسنت اپنے ایمان کی

حلاوت کے ساتھ موجود ہیں جو بانگ دہل نعرہ لگا رہے ہیں۔

''ہمارے لئے اللہ کافی ہے''

اور اس کے مفہوم میں وہ سب کچھ ہے جو رب ذوالجلال نے خود قرآن میں بیان فرما دیا ہے۔

مُحتَشَم سامعین حضرات! اب اس مقام پر ربِّ ذُوالجلال نے جو سورہ الانفال کے اندر اس مضمون کو جس خوبصورتی سے بیان کیا' اُس کا انداز بھی دیکھ لیجئے تا کہ کافی ہونے کا مفہوم واضح ہو جائے اور یہ درمیان میں جو وسیلہ ہم مانتے ہیں اُس کا پتہ چلے کہ ہم نے کہیں بیٹھ کے گھڑا نہیں ہے۔ یہ وسیلہ ہم نے قرآن سے پڑھا ہے' یہ وسیلہ وہ نہیں ہے جسے بھکھی شریف میں گھڑ کے پڑھایا . ہو یا سیال شریف میں گھڑ کے پڑھایا گیا ہو۔ یہ وسیلہ وہ ہے جو لوح محفوظ سے اُتر کے آیا ہے اور ان مراکز نے آ کے پہنچایا ہے۔

☆ قرآنِ مجید برُہانِ رشید سورہ الانفال آیت ۱۲:

جنگ بدر کا موقع ہے

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ۔ (پارہ ۹، سورہ الانفال، آیت ۱۲)

جب اے محبوب تُمہارا ربّ وحی کرتا تھا فرشتوں کو

اَنِّیْ مَعَکُمْ

فرشتو! میں تمہارے ساتھ ہوں

فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

تم نے جا کے مومنوں کو ثابت قدم رکھنا ہے

یہ قُرآن ہے' نہ سند کمزور ہے نہ متن کمزور ہے

یہ ربّ کا قُرآن ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَنِّیْ مَعَکُمْ۔ فرشتو! میں تمہارے ساتھ ہوں

فَثَبِّتُوا۔ ثابت قدم رکھو

کس کو؟

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ ایمان والوں کو

اللہ فرماتا ہے: ثابت قدم تم نے رکھنا ہے، میں نے تم سے ان کو ثابت قدم رکھواتا ہے تا کہ پتہ چلے کہ اللہ کے بندے کی Power کتنی ہے؟

اب درمیان میں فرشتوں کے آنے کا مطلب کیا بنتا ہے؟

کہ ربّ کہتا ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ علیحدہ جملہ نہیں، قرآن کا جملہ ہے

اَنِّیْ مَعَکُمْ۔ فرشتو! میں تمہارے ساتھ ہوں

فَثَبِّتُوا۔ تم جاؤ ثابت قدم رکھو

ربّ چاہتا تو کافر گھر میں مر جاتے

ربّ چاہتا تو بدر میں آ کے اُٹھ نہ سکتے

ربّ چاہتا تو کُفّار تلوار پکڑتے اور ہاتھ سکڑ جاتے

لیکن یوں نہیں کیا، اُن کو صحابہ سے لڑایا ہے

اور صحابہ کو غالب کیا ہے اور فرشتوں کو بھیجا ہے

اور فرشتوں کو کہا یہ ہے کہ تم نے آگے جا کے ثابت قدم رکھنا ہے

تا کہ قیامت تک پتہ چلے وسیلہ یہ ہوتا ہے

وہ محتاج نہیں ہے وہ تو ڈائریکٹ بھی کر سکتا ہے

لیکن بیان کرنا مقصود تھا کہ ان درمیان والوں کو کوئی گالیاں کوئی نہ دے

ہم نے درمیان خود بنائے ہیں

درمیان کون؟ درمیان کون؟

روز کے نعرے' روز کے درس' روز کے جلسے

پوچھتے ہیں: بندے اور مولیٰ کے درمیان کون؟

یہ غیر' یہ غیر

میں پوچھتا ہوں' یہ درمیان کون؟

دھیان قُرآن کی طرف کرو

قُرآن کہتا ہے......درمیان میں فرشتے......درمیان میں وسیلہ

سُنو! جو بدر میں اسلام ہے وہ گوجرانوالہ میں بھی اسلام ہے

درمیان میں کون؟

درمیان میں اللہ کے بندے جن کو ربّ نے خود رکھا ہوا ہے

اَنِّیْ مَعَکُمْ۔ میں تُمہارے ساتھ ہوں

فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

تم نے ثابت قدم رکھنا ہے

اور انہوں نے رکھا

ثابت قدم رکھنا کوئی معمولی سی بات ہے؟

دشمن ہزار سے زائد ہوں اور تین سو تیرہ لڑنے والے ہوں

اور دشمن کے پاس اسلحہ زیادہ ہو' سواریاں زیادہ ہوں'

تیر برس رہے ہوں' گھوڑے دوڑ رہے ہوں' تلواریں چل رہی ہوں پھر بھی

فرشتے آ کے آگے پیچھے ڈگمگانے نہ دیں' حوصلہ دیں

بھائیو! یہ مُشکل کُشائی نہیں تو اور کیا مُشکل کُشائی ہے

یہ حاجت روائی نہیں تو کون سی حاجت روائی ہے

یہ مُشکل کُشائی اور حاجت روائی ہے

اور ربّ نے خود بندوں سے بندوں کی کروائی ہے

یہ آیت قُرآن مجید میں آئی ہے (اس لئے میں نے پڑھ کے سنائی ہے)

اس کے ماننے میں بھلائی ہی بھلائی ہے

اور نہ ماننے میں رُسوائی ہی رسوائی ہے

اس واسطے دشمنوں کی شامت آئی ہے

اور ہم اہلسنّت کی بھلائی ہی بھلائی ہے

یہ قرآن ہے۔ ربِّ ذُوالجلال نے دوسرے مقام پر خود یہ الفاظ اپنے بارے میں بولے ہیں۔

سُورہ محمد ﷺ چھبیسواں پارہ ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے خود اپنی یہ شان بیان کی اپنی شان بیان کرتے ہوئے، ربِّ ذُوالجلال نے یہ کہا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔ (پارہ ۲۶، سورہ محمد، آیت ۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو! اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ کہ اگر اللہ کی مدد کرو، یعنی دین کی مدد کرو گے یَنْصُرْکُمْ وہ تمہاری مدد کرے گا۔ وہ کیا کرے گا؟

وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔ تمہیں ثابت قدم رکھے گا

یہ ثابت قدم رکھنا مدد ہے، میں نے قرآن سے ثابت کیا

ع...... ثابت کو میں نے ثابت قُرآن سے کیا

اللہ فرماتا ہے کہ اگر تم اس کے دین کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد کرے گا وہ تمہیں ثابت قدم رکھے گا

ثابت قدم رکھنے والا اس جگہ کون ہے؟ اللہ
چھبیسواں پارہ سورہ محمد ﷺ
فرمایا: ثابت قدم کون رکھتا ہے؟ (اللہ)
ثابت قدم کون رکھتا ہے؟ (اللہ)
اور بدر ہو تو ثابت قدم کون رکھتا ہے؟
سرکار کے غلام فرشتے'

تو پتہ چلا کہ اپنوں کا معاملہ اور ہے اور اوروں کا معاملہ اور ہے۔ یہ دین وہ نہیں کہ ہے کہ چھبیسویں پارے میں اور ہو اور نویں پارے میں اور ہو' اور بدر میں اور ہو اور مدینہ شریف میں اور ہو اور احد میں اور ہو اور خندق میں اور ہو۔

ربّ ایک ہے' دین ایک ہے' ہر دَور میں توحید ایک ہے
ہر دَور میں شرک ایک ہے' جو بدر میں توحید وہ آج بھی توحید ہے' اگر بدر میں شرک تو آج بھی شرک ہے' وہاں ربِّ ذوالجلال فرما رہا ہے' اگرچہ یہ شان میری ہے' ثابت قدم میں رکھتا ہوں' فرشتوں تم جاؤ گے تو شرک نہیں ہو گا' مدد کرنی میں نے ہے کروانی تم سے ہے' تمہیں کہوں گا کہ تم ثابت قدم رکھو تا کہ پتہ چلے کہ میری صفت کے مظہر میرے بندے بن جاتے ہیں۔

قُرآن ہے اور اگر تُمہارا دھیان ہے
تو پھر یہ اعلان ہے' یہ سُنّی کا بیان ہے
نہ قِصّہ ہے نہ داستان' سارا قُرآن ہے
یہ قُرآن ہے اور اس کا کوئی کسی کے پاس جواب نہیں' اور یہ اٹل' حرفِ آخر کن پیغام ہے اور میری سال ہا سال کی محنتوں کا نچوڑ ہے جو فہمِ دِین کے فورم پر تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اور صرف یہاں نہیں جہاں جہاں تک آواز جا رہی ہے' اسے

ایک لفظ پر پُوری دُنیا میں پہرہ دیتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ)

☆ اب دیکھئے، قُرآنِ مجید بُرہان رشید کا یہ انداز کتنا خُوبصورت ہے

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنے ایک پیغمبر کی شان بیان کی اور شان بیان کرتے ہوئے ربِّ ذُوالجلال نے جو مرتبہ بیان کیا اس سے ہماری اس پُوری تقریر کی حمایت ایک نئے انداز میں ہو جائے گی۔

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ ارشاد فرماتا ہے:

جہاں پر قُرآنِ مجید بُرہانِ رشید میں حضرت عیسیٰ عَلَیہِ السَّلام کا تعارف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس وقت بولتے ہیں تو کیا کہتے ہیں؟

یہ تیسرا پارہ ہے سورہ آل عمران ہے، اور آیت نمبر ۴۹ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب پنگھوڑے میں بولے خالق کائنات جل جلالہٗ نے اُن کی اس شان کا تذکرہ کیا، سولہویں پارے میں بھی ذکر ہے وہاں بھی تذکرہ موجود ہے۔ انہوں نے کیا کہا؟ کہنے لگے:

اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ

(پارہ ۳، سورہ آل عمران، آیت ۴۹)

اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ. واحد مُتکلم ہے

حضرت عیسیٰ عَلَیہِ السَّلام کہتے ہیں:

اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ۔ اَکْمَه کو بری میں کرتا ہوں

اَندھوں کو آنکھیں دیتے ہیں

اصل میں اَکمہ کا گہرائی میں جو مفہوم ہے وہ صرف اندھا نہیں

اکمہ اُس اندھے کو کہتے ہیں جس کی آنکھوں کی جگہ ہی کوئی نہ ہو

جگہ ہو بینائی نہ ہو وہ اعمیٰ ہے اور جگہ ہی نہ ہو وہ اکمہ ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

نظر تو نظر رہی' جس کی آنکھیں ہی نہ ہوں' ہاتھ پھیروں تو آنکھیں بھی آئیں گی اور نظر بھی آئے گی۔

پھر وَالْاَبْرَصَ برص کا جس کو مرض ہو' ہاتھ پھیروں گا صحیح ہو جائیں گے

وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ اور مُردے کو میں اللہ کے اِذن کے ساتھ زِندہ کرتا ہوں

مُحتشم سامعین حضرات! اب یہ اللہ کے ایک نبی نے اعلان کیا' اعلان کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ اعلان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس نے یہ کام کروانے ہوں' میں تیار ہوں' اور تو اس کا کوئی مقصد ہی نہیں تھا۔ جس نے یہ کام کروانے ہوں' میں تیار بیٹھا ہوں

اَکمہ لے آؤ آنکھیں لے جاؤ

برص والا لاؤ' صحت والا لے جاؤ

مُردہ لے آؤ' زِندہ لے جاؤ

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اعلان ہے

اگر آپ کے اعلان پر لوگوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جانا حرام ہوتا تو مُردے زندہ کروانے کیلئے اللہ اعلان کیوں کرواتا؟

بات بڑی قابل غور ہے' آج طعنہ دینے والے' اللہ کے بندوں کو اللہ کی Opposition بنا کر پیش کرنے والے اور پھر یہ وہم ڈالنے والے کہ پھر اللہ کی طرف کون جائے گا' سارے ان کی طرف چلے گئے۔ ان ساری غلط اور فکری اُلجھنوں کو دور کرنے کیلئے یہ آیت پڑھ رہا ہوں۔

رب کے حکم سے اللہ کے نبی بولے اور انہوں نے اعلان کیا کہ یہ کام میں کرتا ہوں اور جس نے تم میں سے کروانے ہوں' میرا دروازہ کھلا ہے

یہ سارے کام بڑی مشکل کشائی کے ہیں'

اعلان ربّ نے کروایا' بندوں کو متوجّہ کیا کہ میرا عظیم بندہ ہے اور کام اس نے یہ کرنے ہیں' اب وہ بندے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جارہے تھے تو اس وقت یہ دین نہیں تھا کہ

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہ کہ اللہ اپنے بندے کیلئے کافی ہے' اُس وقت بھی تو یہی اللہ تھانا' اُس وقت بھی تو یہی توحید تھی' اُس وقت بھی تو یہی ایمان تھا' وہ جب جارہے تھے تو ان کو کسی نے حَسْبُنَا اللّٰہ نہ سنایا' کم از کم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کہتے۔

حَسْبُنَا اللّٰہ کہو' دور ہٹ جاؤ'

وہ خود کہتے ہیں میرے پاس آؤ' میرے پاس آؤ'

میں مُردہ زندہ کروں گا میرے پاس آؤ' سارے لوگ جوان کی طرف جارہے تھے' خود نہیں جارہے تھے حکم خدا پر جارہے تھے' پتہ چلا کہ جو اُس وقت شرک نہ ہوا وہ آج بھی شرک نہیں ہے۔ کیوں؟

حضرت عیسیٰ عَلَیہِ السَّلَام نے قیامت تک کے مغالطے نکال دیئے' جب وہ آ رہے تھے تو حَسْبُنَا اللّٰہ کی خلاف ورزی نہیں ہو رہی تھی

کیوں؟ فرمایا: بِاِذْنِ اللّٰہ '

اُدھر: حَسْبُنَا اللّٰہ' اِدھر: بِاِذْنِ اللّٰہ تو حَسْبُنَا اللّٰہ کے اندر بِاِذْنِ اللّٰہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہنے لگے' یہ سارے کام میں کروں گا' میں کروں گا' میں کروں گا' واحد مُتکلم کا صیغہ بولا اور پھر کیا کہا؟ فرمایا: بِاِذنِ اللہ۔ کروں گا میں لیکن ربّ کے اِذن سے کروں گا

یہی موقف ہے۔ جس کو آج بھی کسی کی طرف سے بریلویت سے تعبیر کیا جاتا ہے' سب کچھ میں کروں گا' واحد مُتکلم' اور کروں گا اللہ کے اِذن کے ساتھ۔

یہ وہ قید ہے جو لوگ پوچھتے ہیں کہ تم کہاں سے اپنے پاس سے لگاتے ہو کہ یہ

عطائی ہو' یہ اذن کے ساتھ ہے' یہ اذن کے ساتھ مدد کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہم نے اپنی جیب سے نہیں لگائی' قرآن مجید پڑھ کے سمجھی ہے اور پھر لفظ بڑے مزے کے ہیں۔

اُحْیِ۔ یہ واحد متکلم کا صیغہ ہے اور پھر مضارع ہے

یہ نہیں کہا اَحْیَیْتُ. ایک بار میں نے مردہ زندہ کیا

اور آگے ہوتا اَلْمَیِّتَ ۔ایک میت کو میں نے زِندہ کیا

حالانکہ شان تو یہ بھی بڑی تھی کہا اُحْیِ۔

آگے میت نہیں مَوْتٰی کہا

اُحْیِ الْمَوْتٰی۔ جو میت کی جمع ہے

اور اُحْیِ کا لفظ تجدّد پر دلالت کرتا ہے' مطلب کیا ہے؟

ہر وقت مجھے یہ شان حاصل ہے' جو مردہ لائے گا میں زندہ کر کے دکھاؤں گا۔

اُحْیِ۔ یہ تجدد ہر لحہ حاصل ہے' اس میں اِستمرار ہے

اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہ

کوئی خاص مُردہ نہیں کہ فُلاں کو لاؤ تو زِندہ کروں گا

فرمایا: کوئی مُردہ لے کے آجاؤ' میں زِندہ کرنے کی ہر وقت صلاحیّت رکھتا ہوں

تو یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن سے اللہ نے واضح کر دیا کہ اللہ والوں کا کافی ہونا میرے غیر کا کافی ہونا نہیں' یہ اللہ کے کافی ہونے کے شُعبہ جات ہیں' میں نے ایک کیسٹ سُنی' بہت بونگا سا خطیب تھا پالتو کرائے کے لوگ جو وہاں سعودی عرب میں تقریریں کرتے ہیں' کسی بنگالی ماں کا' اُردو بولنے والا تھا اور پھر وہ بگڑ چکا تھا' اُس کو یہ فکر لاحق تھی کہ اگر یہ لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دَر پہ چلے گئے' سارے لوگ داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے گئے' سارے بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے گئے' سارے سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پہ چلے گئے' اور اسی

طرح دوسرے اولیاء کرام کے دروازوں پر چلے گئے تو پیچھے اللہ کیلئے کون بچے گا''۔

یہ فکر تھی اُس کو۔ تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں' رب خود سمجھتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جا رہے تھے تو تمہارے خیال کے مطابق یہ آیت بھی قرآنِ مجید سے نکال دینی چاہیئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اعلان ربّ نے خود کروایا' ظاہر ہے بندے تو پھر ان کے پاس ہی جا رہے تھے کہ یہ ہمارا بیمار ہے اس کو صحیح کر دے اور منکرین کی سوچ کے مطابق تو معاذ اللہ ربّ کو کمی آ گئی کہ بندے اُدھر چلے گئے ہیں' میری طرف کوئی نہیں آ رہا' یہ غلط سوچ ہے' یہ ربّ کی شان کے لائق نہیں' میرا رب ہر کمی سے پاک ہے' اور ان لوگوں کی طرف بھیج کے وہ بتا رہا ہے کہ ان کی طرف جانا بالآخر میری طرف ہی جانا ہے

اللہ کی صفتوں کو اپنے آپ کے اُوپر قیاس کرنا شروع کر دیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ ان بندوں کو حکومتیں دے دے تو اللہ کے پاس کیا بچے'

میں نے کہا: قُرآن میں ہے کہ اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہواؤں پر حکومت دے دی' اس وقت رب کو کیا کوئی کمی آ گئی تھی؟ کہیں دکھ افسوس کا اظہار ہے کہ ہواؤں والی حکومت حضرت سلیمان علیہ السلام کو دے چکا ہوں۔

اب میرے پاس کیا بچے گا اور وہ کمی سے بھی پاک ہے

پتہ چلا جو فکر دائمی توحید و رسالت کی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک چلی ہے' اللہ نے وہ توحید کا عقیدہ ہمارے سینوں کو عطا فرمایا ہے۔

محتشم سامعین حضرات! ٹائم کافی ہو گیا ہے اور ابھی مضمون بہت باقی ہے۔ یہ صرف آیات میں نے پڑھیں اور احادیث اس کے ثبوت میں سینکڑوں ہیں اور بالخصوص اِختصار سے عرض کر دیتا ہوں۔ وقت وقت کی بات ہے پھر قسمت' پھر نصیب اور آج کا یہ پُرنُور ماحول اور اہلِ ایمان کے یہ روشن چہرے۔ ایک شخص یہ فکر لے کے اُٹھے گا اور آگے پھیلائے گا تو میرے لئے دونوں جہاں کی سعادتیں کافی ہو جائیں گی اور اگر کوئی دوسری

سوچ والا بیٹھا ہے اللہ اس کی سوچ میں تبدیلی پیدا کرے اور وہ اپنی اصلاح کر لے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اُس پر اپنی رحمتوں کی برسات کرے اور اس کی آزادی کا سامان ہو جائے۔

بالخصوص خواتین اور اسلام کی وہ بیٹیاں جو اس پیغام کو سن رہی ہیں، وہ بھی اس پیغام کو آگے پہنچائیں اور بالخصوص ادارہ صراط مستقیم کے پلیٹ فارم پر وہ بھی متحرک ہو جائیں۔ کتنے خاندان غرق ہو رہے ہیں، ڈوب رہے ہیں، بدعقیدگی کی آگ میں جل رہے ہیں اور ایک اسلام کی بیٹی بھرپور کردار ادا کر سکتی ہے۔ اس واسطے ان آیات کو اچھی طرح پکا کر کے، یاد کر کے، اور پورے حوصلے اور ذمہ داری کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ کافی ہونے کا مسئلہ بیان ہو رہا تھا۔

مصنف عبدالرزاق جلد نمبر ۴، ص ۹۸ پر یہ حدیث شریف موجود ہے۔ سیّدِ عالم نورِ مجسّم شفیعِ مُعظّم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں:

عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبَّہُ رَجُلٌ

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص نے گالی دی تو سرکار نے کیا فرمایا:

مَنْ یَکْفِنِیْ عَدُوِی کون ہے جو اس کے مقابلے میں مجھے کافی ہو جائے

میں لفظ کافی ثابت کرنا چاہتا ہوں

کسی نے گستاخی کی، تو محبوب عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام نے فرمایا:

کون ہے جو اس کے مقابلے میں مجھے کافی ہو جائے

آگے سب صحابہ نے یہ نہیں کہا: اللہ جو کافی ہے تو ہمیں کیوں کہتے ہو، کون ہے جو کافی ہو جائے۔

فَقَالَ الزُّبَیْرُ: اَنَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ پھوپھی کے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

عشرہ مبشرہ والے' کہنے لگے:

اے محبوب علیہ السلام میں جو ہوں' اُٹھے اور اُس گستاخ کا سر اُتار دیا۔

اب یہ کافی ہونا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کون ہے

جو یَکْفِنِیْ کافی ہو جائے

اگر ان لوگوں کا خیال لیا جائے تو نبی عَلَیہِ السَّلام کا معاذ اللہ کہنا ہی ٹھیک نہیں ہوگا کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی صحابہ کو کہنا کہ کون ہے جو مجھے کافی ہو جائے؟ پھر صحابی کا کہنا کہ میں کافی ہو جاؤں گا۔ یہ ساری باتیں معاذ اللہ غلط بنتی ہیں لیکن یہ غلط نہیں ہیں' صحیح ہیں اور پھر اصل میں واضح کرنا مقصود ہے۔

اب وہ دُشمن جس نے سرکار کی گُستاخی کی ہے اللہ اس کو منٹ سے پہلے مار سکتا تھا آگ آتی جلا کے راکھ کر دیتی ہے لیکن مطلب یہ تھا کہ اللہ تو سب کچھ کر ہی سکتا ہے مزا تو یہ ہے کہ غلام اُٹھے' اُس کو پتہ چل جائے اور اُس گستاخ کا سر اُتار دے۔ یہ مفہوم ثابت کرنا تھا۔ سرکار خود زبان ہلا دیتے وہ جل کے ہلاک ہو جاتا' مطلب یہ تھا۔

مَنْ یَکْفِنِیْ ۔ اس کو کوئی غلط معنی میں نہ سمجھے' نہ رب کو کمزوری تھی نہ رب کے رسول علیہ السلام کو کوئی کمزوری تھی۔ مطلب یہ تھا کہ ایمان کا زور کون رکھتا ہے۔

لفظ کفایت بولا ہے۔ حضرت زبیر نے کافی ہونے کا لفظ اپنے بارے میں بولا ہے اور شرک نہیں ہوا۔

مطلب یہ تھا کہ اللہ کی دی ہوئی طاقت کا مظہر بننے جا رہے ہیں

☆ مصنف عبدالرزاق کے اسی مقام پر ہی یہ حدیث شریف موجود ہے:

ایک عورت نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی کی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتہ چل گیا اور فرمایا من یکفنی عدوی۔ کون ہے جو میری دشمن کیلئے مجھے کافی ہو جائے؟

فَقَالَ خَالِدُ ابْنُ الْوَلِیْدِ. اَنَا:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کافی ہوں۔

اب یہ کافی کا لفظ ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جن کے سینے پر یہ آیت اُتری:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہ۔ وہ خود بول رہے ہیں۔

مَنْ یَکْفِنِیْ۔ کون ہے جو میرے لئے کافی ہو

تو مقام پر اس کو واضح کر دیا گیا کہ یہ رب کی شان ہے، وہ شان دینے کیلئے کافی ہونے کے باوجود بھی غلاموں کو بھی سرکار کیلئے کافی بنا دیتا ہے۔

مُحتشم سامعین حضرات! قرآنِ مجید بُرہان رشید کی آیات اور احادیث کے اس ذخیرہ کے ساتھ جس میں بہت زیادہ فرامین محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لفظ کفایت کے ساتھ موجود ہیں اور لفظ حسب بھی احادیث میں موجود ہے۔ مثال کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

حَسْبُکَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ خَدِیْجَۃُ بِنْتُ الْخُوَیْلَدِ وَ فَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ آسِیَۃُ اِمْرَاۃُ فِرعَون

(مشکوٰۃ ص ۵۷۳)

اے انس (رضی اللہ عنہ)! آپ کیلئے جہاں کی عورتوں میں سے (عظمت و مرتبہ کے لحاظ سے) کافی ہیں۔ حضرت مریم بنت عمران، حضرت خدیجہ بنت خویلد، حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آسیہ فرعون کی بیوی

اب حَسْبُکَ کا لفظ بولا ہے وہی حَسْبُنَا اللّٰہ والا حَسْب موجود ہے اور یہاں پر اس مفہوم کو واضح کیا جا رہا ہے کہ جس نے خواتین کے فضائل دیکھنے ہوں یہ نام کافی ہیں،

جس نے خواتین کی عظمت دیکھنی ہو یہ نام کافی ہیں' جس نے خواتین کا مرتبہ دیکھنا ہو یہ مذکورنام والی خواتین اس سلسلہ میں کافی ہیں۔

ایسے ہی سیّدِ عالم نورِ مجسّم' شفیعِ معظّم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:

حَسْبُ ابنِ آدمَ۔ آدمی کیلئے کافی ہے' کیا؟

لُقِیْمَاتٍ یُقِمْنَ صُلْبَهٗ ۔ (قرطبی جلد۳، ص۲۵۱)

چند لقمے جو اُس کی پشت سیدھی رکھیں۔

یعنی روٹی کے چند لقمے' اس پر بھی حَسَب کا لفظ بولا گیا'

اپنی اپنی کیفیت' اپنے اپنے درجے میں' یہ بھی حَسَب ہے۔

فرمایا: تمہارے لئے روٹی کے چند لُقمے کافی ہیں۔ کھالو تو پُشت سیدھی رہے' نہ کھاؤ تو ٹیڑھے ہو جاؤ گے۔ اب جہاں نبی علیہ السلام کے فرمان میں روٹی کے لُقمے پر حسب کا لفظ بولنا جائز ہوا تو پتہ چلا حَسْبُنَا اللّٰہ کا مفہوم یہ ہے اللہ خود بھی کافی ہے اور اس کی دی ہوئی روٹی کا لُقمہ بھی کافی ہے۔ یہ مفہوم ہے تو دین ہے' دوسرے لوگ اندرونی طور پر اس چیز کو مان چکے ہیں' ان کا گزارا اس کے بغیر نہیں' ظاہر میں جو کچھ چاہے کہتے رہیں' اگر یہ اندر باہر سے نعرہ ہوتا حَسْبُنَا اللّٰہ تو پھر تزکیہ کورس میں بندوں کولانے کیلئے ٹی وی سیٹ دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔

کیا ضرورت پڑی تھی' انعام دینے کی' رب کا انعام کافی ہے' رب کا انعام کافی ہے۔

بھٹی میرج ہال میں آنے والے روزانہ T.V سیٹ کے لالچ میں نہیں آتے ان کیلئے ربّ کا انعام کافی ہے' یہ عملاً ثابت کرنا پڑے گا' یہ دین ہے' یہ ایمان ہے۔

میں اپنی گفتگو ختم کرنے سے پہلے جو کچھ میں نے بیان کیا اس کے لحاظ سے اپنی

رُوح کی گواہی کو ضروری سمجھتا ہوں اور اپنی آخری سانس تک اس فکر پر پہرہ دینے کی سعادت مجھے ربّ عطا کرے اور اِنشاء اللہ پہرہ دوں گا میں نے حق جانتے ہوئے حق سمجھتے ہوئے حق بیان کر دیا ہے اور جہاں بھی کسی کو شک ہو گا حق ہم ثابت کریں گے کیوں۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

لٹک جانا تو آتا ہے اٹک جانا نہیں آتا
کسی کے رُعب سے پیچھے دبک جانا نہیں آتا
میں غُنچہ ہوں جو کِھل جائے نسیم حرمِ کعبہ سے
مجھے ایوانِ شاہی میں چٹک جانا نہیں آتا
رہِ طیبہ میں کر لیں گے ہو جتنی آبلہ پائی
نجد دِیوبند کے رستوں میں بھٹک جانا نہیں آتا
گزر اوقات کر لیں گے کسی بھی پیڑ کے نیچے
مگر گستاخ نگری میں پھٹک جانا نہیں آتا

ہم وہ نہیں ہیں جو کبھی کسی کے چَرنے میں چلے جائیں اور کبھی کسی کے، مُحرّم میں کسی کے چَرنے میں، بعد میں کسی اور چَرنے میں، نہیں

گزر اوقات کر لیں گے کسی بھی پیڑ کے نیچے
مگر گستاخ نگری میں پھٹک جانا نہیں آتا
غُلامان مجدّد ہیں رضا کی فکر کے بیٹے
کسی کے دانے پانی پہ لپک جانا نہیں آتا

جلالی ۱ ہوں پلا ہوں وادئ احرار بھکھی میں
رزم گاہ حقیقت سے کھسک جانا نہیں آتا
شہِ بغداد کے سائے میں میں نے آبرو پائی
مجھے خالی تَصَنُّع سے چمک جانا نہیں آتا
عِلم میں پُختگی پائی محمد کی عطا ۲ سے ہے
سِوائے فِکرِ نُورانی ۳ دمک جانا نہیں آتا
خُدا توفیق دے آصَف بڑھیں گے آخری دَم تک
ہمیں راستے میں آنکھوں کا جھپک جانا نہیں آتا

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِین

۱: امام العصر حضرت پیر سیّد محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نِسبت سے
۲: تاجورِ کشورِ تَدریس حضرت عَلّامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ
۳: قائد اہلسنّت حضرت عَلّامہ شاہ اَحمد نُورانی رحمۃ اللہ علیہ

❁❁❁❁❁